اسلام کی نظر میں خواتین کی میراث

طوبیٰ بتول (پاکستان)

اشاریہ:

اللہ سبحانہ و تعالی کا احسان ہے اس نے ہمیں خلق کیا ہماری ضروریات کو پورا کیا اور ہمیں ہدایت کی نعمت سے فیض یاب کیا لیکن اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ ایک بہترین دین بطور اسلام کو ہمارے لئے منتخب فرمایا اور اسلام ہی وہ واحد دین ہے جس میں ہر انسان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی کی کامیابی کے لئے اصول و قوانین وضع کئے تاکہ انسان بہترین طریقے سے زندگی گزار سکے۔

نیز اسلام نے بہت سے حقوق کے بارے میں فرمایا جیسے (والدین کے حقوق، اولاد کے حقوق، زوجین کے حقوق، ہمسایہ کے حقوق، خواتین کے حقوق -----) ان تمام حقوق کے علاوہ ایک حق میراث بھی ہے اگر انسان باقی تمام حقوق کے ساتھ حق میراث کو بھی ادا کرے تو زندگی کا نظام بہتر ہو سکتا ہے ابتدائی مسلمانوں کی فطرت پسندی اور موجودہ دور میں عورتوں اور مردوں کی مکمل مساوات کے حامیوں کی بنیادی حیثیت اختیار کرنے والا مسئلہ خواتین کی میراث کا مسئلہ ہے میرا موضوع سخن؛اسلام کی نظر میں خواتین کی میراث؛ ہے اسلام نے حقوق و فرائض کی تکمیل کے لئے ایک منصفانہ نظام پیش کیا پس ضرورت اس امر کی ہے کہ جسطرح مرد کو انکا حق حصہ دیا جاتا ہے اسی طرح عورت کو بھی اسکا حق یا حصہ دیا جائے اس مقالے کو لکھنے کا مقصد بھی یہی ہے۔ ہمارے معاشرے میں عورت کو وراثت سے محروم رکھا جاتا ہے جبکہ یہ دراصل عورت کا شرعی حق ہے اسے از لحاظ شرعی دینا چاہیے کہتے ہیں کیوں اسلام میں عورت کی میراث مرد کی میراث سے کم ہے کیا یہ عورت کے ساتھ ظلم نہیں ہے؟اس مختصر مقالہ میں کوشش کی گئی ہے کہ اسلامی قانون کے ذرائع کو تلاش کر کے اس اسلامی حکم کے فلسفے کی وضاحت کی جائے۔اس مقالہ میں اسلام سے پہلے کی قوموں اور لوگوں اور غیر اسلامی مذاہب میں خواتین کی وراثت کی تاریخ کا جائزہ لیا گیا ہے۔اور اسلام میں خواتین کی وراثت کا ذکر

کرتے ہوئے، اٹھائے گئے مسائل کا جواب دیتے ہوئے مرد اور عورت کی وراثت میں فرق کا فلسفہ بیان کیا گیا ہے۔ اور اس پر زور دیا جانا چاہیے کہ فقہی حقوق میں وراثت کا قانون معاشی و معاشرتی انصاف کی بنیاد پر اور ضرورت کے مطابق جائیداد کی تقسیم کی جائے۔ وراثت کے بارے میں اسلام نے اس بات کی منظوری دیکر خواتین کی شخصیت اور انسانی اقدار کو نظر انداز کیا ہے کہ عورتیں مردوں سے کم ہیں۔ اس موضوع پر کام تو ہوا ہے مگر کلی طور پر۔ لیکن اس مقالہ میں صرف خواتین کی میراث کو بیان کیا گیا ہے۔

اس مقالہ میں مفہوم شناسی اور اس کے بعد خواتین کی میراث کے مسائل کو بیان کیا گیا ہے اور کوشش کی گئی ہے کہ تمام مطالب کو واضح طور پر بیان کر سکوں۔

بنیادی الفاظ: اسلام، خواتین، میراث، وراثت، حقوق.

مفہوم شناسی

اسلام کا لغوی معنی

لفظ اسلام س ل م سے نکلا ہے ۔اسکے لغوی معنٰی ہے بچنے اور محفوظ رہنے، مصالحت اور امن و سلامتی پانے اور فراھم کرنے کے ہیں ۔ اسی مادے کے باب افعال سے اسلام بنا ہے لغت کی رو سے اسلام چار معنٰی پر دلالت کرتا ہے۔

۱. اسلام کا لغوی معنٰی خود امن و سکون پانا، دوسرے افراد کو امن و سکون دینااور کسی چیز کی حفاظت کرنا ہے۔
۲. اسلام کا دوسرا مفہوم ماننا، تسلیم کرنا، جھکنا اور خود سپردگی وطاعت اختیار کرنا ہے۔
۳. اسلام میں تیسرا مفہوم صلح وآشتی کا پایا جاتا ہے۔
۴. اسی طرح ایک بلند و بالا درخت کو بھی عربی لغت میں اسلم کہا جاتا ہے۔ (شیخ الحدیث حبیب اللہ قاسمی)

لفظ اسلام مصدر ہے اور یہ سَلِمَ، یَسلَمُ، سلاماًو سلامتہ سے ماخوذ ہے جیسا کہ خدا نے فرمایا ہے اُدخُلُوفی السِّلِم کافتہً۔ (بقرہ۲۰۸: ۲۰)

اسلام (سلامتی) میں پورے داخل ہو جاو۔ (اسلامک لائبریری منہاج بکس)

اسی طرح اسلام کا ایک معنٰی سر سبز درخت ہے لسان العرب اور تہذیب اللغتہ میں امام لغت ابو حنیفہ کا قول مروی ہے۔: اسلام شجر عظیم وَھُوَ اَبداً اخضر (ابن منظور لسان العرب، ۱۲: ۲۹۷) اسلام ایسا شجر ہے جو ہمیشہ سر سبز و شاداب رہتا ہے اسکی وجہ امام لغت نے یہی بیان کی ہے یہ درخت آفات سے یعنی سوکھنے، جلنے اور جھڑنے سے محفوظ رکھتا ہے اس لئے اسے اسلام کہتے ہیں۔

اسلام کا اصطلاحی معنٰی

اسلام کا لفظ س ل م (لسان العرب، ج٦، ص۳۴۵) سے مشتق ہے جسکے معنی صحت، عافیت اور ہر قسم کی عیب و نقص اور فساد سے دوری کے ہیں۔ معجم مقاعیس فی اللغتہ، ج۳، ص۹۰۔ ۹۱ مجمع البیان فی تفسیر القرآن، ج۲، ص۱۵۷، التحقیق فی کلمات القرآن کریم، ج۵، ص۱۹۱۔ ۱۹۲مادہ (سلم) نیز اسلام کا ایک معنا بغیر کسی قید و شرط کے مکمل اطاعت اور فرمانبرداری بھی ہے۔ (لسان العرب، ج٦، ص۳۴۵ مجمع البحرین، ص۲ ۔۴۰۷ مقاعیس اللغتہ، ج۳، ص۶۰، مادہ (سلم) اسی طرح خدا کے حکم پر کامل یقین اور اسکی عبادت میں

اخلاص رکھنے کو بھی اسلام کہا جاتا ہے۔ (مجمع البحرین، ج ۲، ص ۴۰۷ (سلم)

اسلام سے پہلے جزیرۃ العرب کے باشندے لفظ؛اسلام؛ کو ترک کرنے اور ہاتھ اٹھانے کے معنی میں استعمال کرتے تھے اور عرب کے باشندے لفظ اسلام کو استعمال کرتے تھے اس وقت جب کوئی شخص کسی ایسی چیز جو اس کیلئے بہت پسند اور قیمتی ہو، سے ہاتھ اٹھاتا اور اسے اپنے مد مقابل کے حوالے کر دیتا جو اس چیز کا طالب ہو حالانکہ یہ چیز خود اس شخص کی تھی اور اسے بہت عزیز بھی اس موقع پر اسلام کے معنی بغیر کسی قید و شرط کے مکمل اطاعت کرنے کے معنی میں آتا ہے۔ (خدا و انسان در قرآن، ص ۲۵۶)

سید حسین نصر کے بقول مسلمان وہ ہے جس نے اپنے اارادے اور اختیار سے اپنے آپکو خداوند عالم کا مطیع اور فرمانبردار قرار دیا ہے۔ (آزمانہا و واقعیت ہای اسلام، ص ۳۱)

علامہ طباطبائی کے بقول اس دین کو اسلام کہنے کی وجہ یہ ہے اس دین میں انسان خدا کے ارادے کے سامنے تسلیم ہے۔ (المیزان فی تفسیر القرآن، ج ۱۶، ص ۱۹۳)

اسلام کا لفظ قرآن میں استعمال ہوا ہے اور قرآن کی بعض آیتوں کے مطابق اسلام کے علاوہ کوئی دین بھی خدا کیلئے قابل قبول نہیں ہے۔ (آل عمران آیہ ۸۵)

اسلام آنے کے بعد خدا کے ہاں فقط اسلام ہی معتبر ہے۔ (آل عمران آیہ ۱۹) پیغمبر اکرم ﷺ سے بہت ساری احادیث نقل ہوئی ہیں جن میں اپنے دین کو اور اپنے پیروکاروں کو مسلمان کہا ہے۔ (رک: ری شھری، محمد، میزان الحکمہ، ج ۳، ص ۱۳۳۸-۱۳۴۵)

خواتین کے لغوی واصطلاحی معنی

لفظ خاتون اردو لفظ ہے اور لفظ اردو میں خاتون خواتین کی جمع ہیں کہ جسکے معنی ہیں معزز، بیگم، عورت، لیڈی، جبکہ لفظ عورت یا خاتون (زیادہ معزز نام) بڑوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ دوسرے الفاظ جیسے "خاتون" اور فارسی زبان میں "عورت" کے پرانے استعمال میں خواتین کا تذکرہ کیا جاتا ہے، جن میں لفظ "لیڈی" زیادہ کثرت سے اور معزز ہوتا ہے۔ فارسی ثقافت اور ادب میں، سرکار خانم کا لفظ بھی احترام سے خطاب کرنے کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ در حقیقت، لفظ ہیومن انسان کا حوالہ دینے کے لئے ایک عام نام ہے، جیسے "خواتین کے حقوق.,) FA.WIKIPEDIA.ORG (زن ویکی پدیا دانشنامۂ آزاد)

حق کے لغوی واصطلاحی معنی

حق لغت میں ثابت، برقرار اور پائیدار رہنے کو کہتے ہیں جیسا کہ صاحب قاموس نے بھی لکھا ہے،

صاحب مفردات لکھتے ہیں کہ حق بمعنٰی مطابقت و موافقت ہے۔ بعض کے مطابق حق صدق ہے جو اپنی جگہ ثابت ہوتا ہے چنانچہ صاحب مجمع نے بھی لکھا ہے حق صدق اور مطابقت واقع کے لئے استعمال ہوتا ہے اگر کسی واقعہ میں حقیقت ہو وہ حق کہلاتا ہے اور صداقت و حقیقت نہ ہو وہ باطل کہلاتا ہے یہ کلمہ قرآن میں مختلف جگہو ں پر آیا ہے۔ (انسائیکلوپیڈیا)

حقوق حق کی جمع ہیں اور حقوق (رائینگسٹ) آزادی یا استحقاق کے قانونی، سماجی، یا اخلاقی اصول ہیں یعنی حقوق بنیادی، معیاری قوانین ہیں جو کسی قانونی نظام، سماجی کنونشن یا اخلاقی اصول کے مطابق افراد کو دیگر افراد کی جانب سے اجازت یا واجب الادا ہیں۔

اصطلاح میں حقوق یا حق کی کوئی متعین تعریف طے نہیں ہے یہ مختلف مقاصد کے لئے مختلف گروہوں اور دانشوروں کی طرف سے استعمال کی گئی اصطلاح ہے جو مختلف اور کبھی کبھار اپنے الٹ بھی استعمال ہوتی ہیں لیوائن حق کے تصور کی تعریف یوں کرتا ہے۔

ایک فرد یا گروہ کی طرف سے کیا گیا جائز دعویٰ (حق) کہلاتا ہے۔ (شہید ثانی، الروضۃالبھیہ فی شرح اللمعۃالدمشقیۃ، ج ۲، ص ۲۸۸)

میراث کے لغوی واصطلاحی معنی

زیادہ تر اسلامی فقہاء نے وراثت کی تعریف نہیں کی ہیں اس قدر محقق حلی نے شرائع اسلام میں وراثت کی بحث کو اسکے اسباب سے شروع کیا لیکن شہید ثانی شرح لمعہ میں لکھا ہے:

میراث مفعال کا صیغہ ہے اور اصل میں یہ موراث تھا (واو یاء میں تبدیل ہوا تو میراث بن گیا) میراث یا ارث سے لیا ہے یا موروث سے

میراث معنائی مصدری کے مطابق: یعنی کسی شخص کی میت کی جائیداد پر مستحق ہونا (خاندان نسبی یا سببی ہونے کی وجہ سے)

مورث معنائی دوم یعنی مفعول ہونے کے مطابق (وہ چیز جو انسان کسی کے مرنے کے بعد مستحق ہوتا ہے۔ (محمد جواد العاملی، مفتاح الکرامتہ، ج ۸، ص ۴)

مفتاح الکرامۃ میں بھی آیا ہے: میراث سے مراد چونکہ انسان بنیادی طور پر کسی رشتہ دار نسبی یا سببی سے کسی چیز کا کسی کے مرنے کے بعد مستحق ہوتا ہے۔ (محمد جواد العاملی، مفتاح الکرامتہ، ج ۸، ص ۴) ایرانی شہری قانون میں، جیسا کہ بیشتر عالمی قوانین میں وراثت کی کی تعریف نہیں کی گئی ہے تاہم مذکورہ قانون کے آرٹیکل

۱۴۰۰ میں، میراث کو جائیداد اور قبضے کے طور تسلیم کرتے ہیں اور اسکی تعریف میں یہ بتایا گیا ہے کہ مردہ مالک اور میت کے وارث کو ورثہ میں منتقل کرنے کا مطلب ہے، کیا مرنے والے کے مالی حقوق ہیں جو اسکی موت کے وقت تھے۔ (نیز رک: حسن امامی، حقوق مدنی، ج ۳، ص ۴)

احکام میراث

اختصار کے طور پر کچھ احکام بطور تمہید ذکر کرنا مناسب سمجھتی ہوں؛ میراث تقسیم کرنے سے پہلے کچھ چیزوں کا محاسبہ کرنا ضروری ہے:

کفن دفن: کفن دفن کے اخراجات نکال لئے جائیں گے۔

قرض: سارے قرضے اتار دیئے جائیں جس میں ادھار، مہر، زکوۃ، اور چھوڑے ہوئے روزوں کا کفارہ شامل ہے،

ھبہ: کوئی بھی چیز کسی کو بھی دینے کی آزادی _ زندگی میں دی گئی چیز واپس نہیں لی جاسکتی۔

وصیت: یہ زبانی بھی ہوسکتی ہے اور تحریری بھی یہ ورثے کی کل مقدار کا ایک تہائی تک ہوسکتی ہے ــیہ مرنے کے بعد ہی دی جاتی ہے اور وارثوں کو نہین مل سکتی ۔

ورثے کی تقسیم

• مرد اور عورت دونوں حقدار ہوتے ہیں۔

• متوفی سے پہلے مرا ہوا فرد متوفی کا وارث نہیں ہوتا۔

• عموماً مرد کا حصہ عورت کے حصے کا دوگنا ہوتا ھے (مردوں پر مہر اور خاندان کی کفالت کی ذمہ داری ہوتی ہے)

-

• قرآن نے چھ طرح کے حصے مقرر کیے ہیں یعنی ۲/۳، ۱/۳، ۱/۶، ۱/۲، ۱/۴، ۱/۸

• کبھی کبھی ایک وارث کی موجودگی سے دوسرے وارث کے حصے پر فرق پڑتا ہے اسے حجاب کہتے ہیں۔

• ورثہ کم ہو یا زیادہ تقسیم کرنا لازم ہے۔

• اگر کوئی وارث ورثہ تقسیم ہونے سے پہلے مر جائے تو اسکا حصہ وارثوں کو ملتا ہے) laws of (inheritance in islam

• سگے بھائی کو سگی بہن سے دگنا ملتا ہے اسی طرح سگے پوتے کو سگی پوتی سے دگنا ملتا ہے ــایک باپ سے ہونے والے سوتیلے بھائی بہنوں میں بھی بھائی کو بہن سے دگنا ملتا ہے مگر ایک ماں سے سوتیلے بھائی بہن کو برابر برابر ملتا ہے۔

اسلامی قانون وراثت میں متوفی کے بیٹے/بیٹی کا حق پہلے ہے پھر متوفی کے باپ، پھر متوفی کے بھائی یا بھتیجوں کا اور پھر متوفی کے چچا کا

ایک بھی سگا یا سوتیلا بھائی (باپ کی طرف سے) موجود ہوں تو کسی سگے یا سوتیلے چچا کا کوئی حصہ نہیں ہوتا لیکن اگر سوتیلا بھائی ماں کی طرف سے ہے تو چچا بھی ورثے میں حقدار ہو سکتے ہیں۔

مستقل وارث

کچھ افراد ایسے ہیں جن کو ہر صورت میں حصہ ملتا ہے بشرط یہ کہ یہ متوفی کے وفات وقت زندہ ہوں

• شریک حیات: بیوہ ایک سے زیادہ ہو سکتی ہے مگر شوہر ایک ہی ہو سکتا ہے۔ بیٹا (بیٹا قرآنی وارث نہیں ہے)، بیٹی، باپ، ماں

غیر مستقل وارث

کچھ افراد ایسے ہیں جنہیں بعض صورتوں میں مال میں حصہ ملتا ہے بعض صورتوں میں نہیں ملتا:

قریبی رشتہ دار کی موجودگی میں دور کے رشتہ دار کو حصہ نہیں ملتا جیسے بیٹے کی موجودگی میں پوتوں کو حصہ نہیں ہوتا ۔اسی طرح باپ کی موجودگی میں بھائی کو حصہ نہیں ملے گا کیونکہ بھائی سے رشتہ باپ کے ناطے ہوتا ہے اسی طرح ماں کی موجودگی میں نانی اور دادی کا کوئی حصہ نہیں ہوتا اور باپ کی موجودگی میں دادا/دادی کا کوئی حصہ نہیں ہوتا لیکن باپ کی موجودگی اور ماں کی موجودگی میں نانی کا حصہ ممکن ہے۔

اگر ایک بیٹا بھی زندہ ہے تو کسی دوسرے مرے ہوئے بیٹے کے بچوں (یتیم پوتوں/پوتیوں) کو حصہ نہیں ملتا (یتیم پوتے کی وراثت کا مسئلہ) عرب رواج کے مطابق چچا، بھتیجوں کی کفالت کا ذمہ دار ہوتا تھا۔

اگر مرنے والے یا والی کا کوئی بھی وارث زندہ نہیں ہے تو سارا ورثہ غلاموں کو ملے گا _ اور اگر کوئی غلام بھی نہیں ہے تو سارا ورثہ بیت المال میں جمع کر دیا جائے گا _ اگر مرنے والے نے کسی کے حق میں وصیت کی ہیں (جو ورثے کے ایک تہائی سے زیادہ نہیں ہو سکتی) تو اسے وصیت شدہ حصہ ادا کر کے باقی حصہ بیت المال میں جمع کر دیا جائے گا۔

نانا صرف اس صورت میں وارث ہوتا ہے جب نہ کوئی دوسرا وارث زندہ ہو نہ ہی کوئی غلام اگر غلام موجود ہو تو نانا کو کچھ نہیں ملتا اور سب کچھ غلام کو ملتا ہے نواسہ نواسی بھی اپنے نانا یا نانی کے وارث نہیں ہوتے لیکن نانی بعض صورت حال میں وارث ہوتی ہیں اگر دادا کی ماں اور نانی دونوں غیر مستقل وارثین میں

شامل ہیں تو نانی کو حصہ ملتا ہے اور دادا کی ماں کو نہیں ملتا کیونکہ دادا کی ماں سے رشتہ ایک نسل زیادہ دور کا ہے۔

بہو کا اپنے ساس سسر کی وراثت میں کوئی حصہ نہیں ہوتا اسی طرح ساس سسر بھی بہو کے وارثین میں شامل نہیں ہوتے اگر وارثین میں صرف ماں اور دادی شامل ہوں تو پورا ورثہ ماں کو ملتا ہے اور دادی کو کچھ نہیں ملتا کیونکہ دادی سے رشتہ ایک نسل زیادہ دور کا ہے، اگر وارثین میں صرف نانی اور دادی شامل ہوں تو دونوں کو آدھا آدھا ورثہ ملتا ہے ایسی صورت میں حال میں نانا، ماموں، خالہ اور ان کی اولادوں کو کچھ نہیں ملتا

غیر مستقل وارثین درج زیل ہیں: پوتا، پوتی، دادا، دادی، نانی، بھائی، بہن، سوتیلا بھائی باپ کی طرف سے، سوتیلی بہن ماں کی طرف سے، سوتیلا بھائی ماں کی طرف سے، سوتیلی بہن ماں کی طرف سے، بھتیجا سگے بھائی کا بیٹا متوفی کے باپ کا پوتا، باپ کی طرف سے سوتیلے بھائی کا بیٹا متوفی کے باپ کا پوتا، چچا متوفی کے دادا کا بیٹا، باپ کی طرف سے سوتیلا چچا متوفی کے دادا کا بیٹا، سگا چچازاد بھائی، باپ کی طرف سے سوتیلا چچازاد بھائی ـمتوفی کے دادا کا پوتا، غلام، ماں کے دوسرے رشتہ دار جس کے لئے وصیت موجود ہو اور بیت المال.

قرآنی وارث

قرآنی وارث (اصحاب الفروض) سے مراد وہ رشتہ دار ہیں جنہیں اگر حصہ ملنا ہو تو وہ حصہ قرآن نے طے کر دیا ہےـقرآن میں نو طرح کے

رشتہ داروں کا اضافہ کرتے ہیں ـاسی طرح کل بارہ رشتہ دار قرآنی وارث ہوتے ہیں بیٹا وارث ہوتا ہے مگر قرآنی وارث نہیں کیونکہ قرآن نے بیٹے/ بیٹیوں کا حصہ طے نہیں کیا ہے۔

قرآنی وارث میں سے آٹھ عورتیں ہیں باقی چار مرد

• بیوی، بیٹی (بشرط بیٹے کی عدم موجودگی)، پوتی یا پر پوتی (قیاس کی بنیاد پر)، سگی بہن، سگے باپ سے سوتیلی بہن، سگی ماں سے سوتیلی بہن، سگی ماں سے سوتیلا بھائی، ماں، نانی (قیاس کی بنیاد پر)، باپ، دادا پر دادا یا اس سے بھی اوپر کا کوئی دادا (قیاس کی بنیاد پر)، شوہر. ان کو جب حصہ ملنا ہوتا ہے تو انکا حصہ قرآن میں طے شدہ ہے پھر بچے ہوئے مال سے دوسروں کو حصہ ملتا ہے مثلاً بیٹیوں کو۔

استثنائی اشیاء

اگر مرحوم کی تدفین کے اخراجات اور قرض کے اخراجات ادا ہو چکے ہیں تو مرحوم کا قرآن، تلوار اور انگھو

تھی اور اسکے کپڑے اسکے سب سے بڑے بیٹے کو دیئے جائیں گے۔

بیٹی کی حیثیت سے حق میراث

وہ معاشرہ جہاں بیٹی کی پیدائش کو ذلت و رسوائی کا سبب قرار دیا جاتا تھا آپ ﷺ نے بیٹی کو عزت و احترام و مقام عطا کیا اسلام نے نہ صرف معاشرتی و سماجی سطح پر بیٹی کا مقام بلند کیا بلکہ اسے وراثت کا حق دار بھی ٹھرایا۔ (قرآن اور عورت حافظ ریاض حسین)

ارشاد ربانی ہے: یُوصِیکُمُ اللّٰہُ فِی اَوْلَادِکُمْ لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الاُنْثَیَیْنِ فان کنّ نساءً فوق اثنتین فلھنّ ثلثا ما ترک وان کانت واحدۃ فلھا النصف (سورہ نساء آیت نمبر ۱۱) "اللہ تمہیں اولاد کی (وراثت) کے بارے میں حکم دیتا ہے کہ ایک لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے حصے کے برابر ہے پس اگر لڑکیاں دو سے زائد ہوں تو ان کے لئے ترکہ کا دو تہائی حصہ ہے اور اگر صرف ایک لڑکی ہو تو اس کے لئے نصف ترکہ ہے:

اس عمدہ آیت میں وارث (بچوں اور والدین) کے پہلے طبقے کے وارث ہونے کا حکم بیان کیا گیا ہے۔ طبقہ اول میں وہ لوگ شامل ہیں جو میت سے بلا واسطہ نسبت رکھتے ہیں اور وہ اولاد اور والدین ہیں۔ لہٰذا، قرآن مجید نے انہیں ورثہ کے دوسرے طبقوں پر فوقیت دی ہے۔

یہ قابل ذکر ہے کہ قرآن مجید، خواتین کے حقوق کے تعین میں، جب وراثت کے حصے کا تعین کرتا ہے تو، خواتین کی وراثت کو اساس کے طور پر استعمال کرتا ہے اور اسے وراثت کے معیار کے طور پر متعارف کرایا جاتا ہے۔

۱۔ایک لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے برابر ہے اس میں لڑکیوں کے حصے کو اصل اور بنیاد قرار دیا اسکے بعد لڑکوں کا حصہ بیان فرمایا یہ جاہلیت کے اس ظالمانہ رواج اور دستور کی رد ہے جس کے تحت وہ لڑکیوں کو میراث سے محروم رکھتے تھے۔

۲۔اگر میت کی اولاد میں لڑکے اور لڑکیاں دونوں ہیں تو لڑکوں کو دو حصے اور لڑکیوں کو ایک حصہ دیا جائے گا۔

۳۔مرنے والے کی اولاد میں دو سے زائد لڑکیاں ہوں تو ان کو کل ترکے کا دو تہائی حصہ ملے گا باقی رداً ملے گا۔

۴۔مرنے والے کی اولاد میں صرف دو لڑکیاں ہوں تو ان دونوں کو کل ترکے کا دو تہائی حصہ ملے گا۔اس

کا ذکر اگرچہ آیت میں صراحتا نہیں ہے لیکن آیت کی ابتداء میں دو لڑکیوں کے حصے کا ذکر آیا ہے؛ کہ ایک لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے حصے کے برابر ہے۔

۵۔ اگر مرنے والے کی وارث صرف ایک لڑکی ہو تو آدھا ترکہ اسکا ہے باقی آدھا بھی اسے ردا ملے گا۔

ماں کی حیثیت سے عورت کا میراث

ا۔ کسی نے اگرماں باپ دونوں چھوڑے اور اولاد بھی موجود ہو تو ماں باپ کو چھٹا حصہ ملے گا۔

۲۔ اگرماں باپ دونوں ہیں اور اولاد نہیں ہے، نہ میت کے بھائی موجود ہیں تو اس صورت میں ماں کو ثلث یعنی تہائی ترکہ ملے گا اب باپ کو کیا ملے گا؟ اس کا ذکر قرآن میں نہین ہے، مگر چونکہ یہ کہ دیا گیا ہے؛ وورثہ ابواہ: اس کے ماں باپ دونوں وارث ہوئے ہیں؛ اور پھر ماں کے لئے کہ دیا گیا ہے کہ اسے ثلث ملے گا تو اس سے عقل ایسا سمجھتی ہے کہ ثلث کے بعد جو باقی رہ جائے وہ سب باپ کو ملے گا۔ اجماع علماء بھی اسی کے مطابق ہے (مجمع البیان)

۳۔ اگر اولاد نہیں ہے اور ماں باپ ہیں مگر میت کے بھائی موجود ہیں تو اگرچہ ماں باپ کی موجودگی میں بھائیوں کو ترکہ ملنا نہیں ہے مگر ماں کو ثلث ملنے سے وہ مانع ہو جایئں گے اسے اس صورت میں بس چھٹا حصہ ملے گا۔

۴۔ اگرماں باپ دونوں ہیں ان کے ساتھ اولاد بھی ہے تو ماں باپ کے لئے چھٹا حصہ ہیں اور باقی لڑکے اور لڑکیوں پر اس طرح تقسیم ہو جائے گا کہ لڑکے کو دوگنا اور لڑکی کو ایک دیا جائے گا اسی طرح اگر ماں کے ساتھ فقط لڑکے یا ایک لڑکا ہے تو وہاں بھی باقی سب اس لڑکے یا ان لڑکوں کو مل جاتا ہے یہ بھی قرابت کی وجہ سے ہے کیوں کہ لڑکے کا کوئی خاص حصہ قرآن نے مقرر نہیں کیا ہے۔ (تفسیر فصل الخطاب سید علی نقی نقوی)

قرآن مجید میں والدہ کی میراث کے بارے میں ارشاد ہے:

«وَلِأَبَوَيۡهِ لِكُلِّ وَٰحِدٖ مِّنۡهُمَا ٱلسُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ إِن كَانَ لَهُۥ وَلَدٞۚ فَإِن لَّمۡ يَكُن لَّهُۥ وَلَدٞ وَوَرِثَهُۥٓ أَبَوَاهُ فَلِأُمِّهِ ٱلثُّلُثُۚ فَإِن كَانَ لَهُۥٓ إِخۡوَةٞ فَلِأُمِّهِ ٱلسُّدُسُۚ مِنۢ بَعۡدِ وَصِيَّةٖ يُوصِي بِهَآ أَوۡ دَيۡنٍ» یعنی: اور اگر میت کی اولاد ہونے کی صورت میں، والدین میں سے ہر ایک کو چھٹا حصہ ملتا ہے، اور اگر اس کی کوئی اولاد نہیں ہے اور ورثاء صرف والدین ہیں تو، ماں جائیداد کا ایک تہائی حصہ لیتی ہے۔ لیکن اگر اس کے بھائی ہوں تو میت کی مرضی پوری کرنے اور اس کا قرض ادا کرنے

کے بعد ماں کا حصہ چھٹا حصہ ہے۔ (سورہ نساء ۱۱)

بیوی کی حیثیت سے عورت کا میراث

۱۔ میاں بیوی تمام ورثوں کے ساتھ تمام طبقات میں شریک ہیں۔

۲۔ اگر شوہر کی اولاد نہیں ہے تو، اس کی بیوی کو ایک چوتھائی ارث ملتاہے، اور اگر اس کی اولاد ہوتی ہے تو، اسے آٹھویں حصہ مل جاتا ہے۔ اس سلسلے میں قرآن پاک کا ارشاد ہے۔: «وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ إِن لَّمْ يَكُن لَّكُمْ وَلَدٌ فَإِن كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ» (نساء ۱۲) اگر تمہاری اولاد نہ ہو تو انہیں تمہارے ترکے میں سے چوتھائی ملے گا اور اگر تمہاری اولاد ہو تو انہین تمہارے ترکے میں سے آٹھواں حصہ ملے گا؛

۳۔ زوجہ کی اولاد نہ ہو تو شوہر زوجہ کے ترکے کا نصف حصہ لے گا اور اولاد ہو تو ایک چوتھائی حصہ لے گا۔

۴۔ شوہر بیوی کے ترکے میں سے منقولات اور غیر منقولات سب میں حصہ لے گا جبکہ بیوی شوہر کے ترکہ میں سے صرف منقولات میں سے حصہ لے گی غیر منقولات اگر زمین میں نصب شدہ چیزیں ہیں جیسے مکان درخت وغیرہ تو ان کی قیمت میں سے حصہ لے گی اور زمین میں سے حصہ نہیں دیا جائے گا۔

۵۔ تورث کللۃ: طبقہ دوم (بھائی بہنیں اور اجداد) میت نے اگر اپنے پسماندگان میں ایک مادری بہن یا ایک مادری بھائی چھوڑا تو اسے کل ترکہ میں سے چھٹا حصہ ملے گا۔ (الکوثر فی تفسیر القرآن محسن علی نجفی)

یہ قابل ذکر ہے کہ اگر میت (شوہر) کی متعدد بیویاں ہیں تو، بیویوں کو ملنے والی وراثت کا ایک چوتھائی یا آٹھویں حصہ ان دونوں کے درمیان برابر تقسیم ہو جاتا ہے۔ یہ مستند حکم اس روایت میں ہے: «ولا تزاد المراۃ علی الربع ولا تنقص من الثمن وان کنّ اربع او دون ذلک فهُنّ فیہ سواء. (شیخ صدوق من لایحضرہ الفقیہ، ج ۴، ص ۱۸۸، ح ۴، شیخ طوسی، تہذیب الاحکام، ج ۹، ص ۲۴۹، ح ۷) یعنی، شریک حیات کو کبھی بھی ایک چوتھائی (ایک چوتھائی) سے زیادہ اور قیمت (آٹھویں) سے کم نہیں ملتا ہے۔ چار یا کم، سب ایک تہائی یا آٹھویں میں برابر کے شریک ہیں۔

اسلامی جمہوریہ ایران کے سول قانون میں، جو اسلام کے اصولوں اور متحرک امامی فقہ پر مبنی ہے، ایک عورت کو "نسب" کے لحاظ سے اور "سبب" کے لحاظ سے، مرد سے وراثت میں ملتا ہے۔ اس قانون کے آرٹیکل ۸۹۱ میں کہا گیا ہے:

"ایک شوہر کی حیثیت سے ایک عورت کو، ایک وجہ سے وراثت ملتی ہے۔ "نہ تو حاجب نسبی وارث

بنتا ہے، اور نہ ہی کوئی وارث اسے وراثت سے روک سکتا ہے۔

نیز، شوہر اور بیوی کی وراثت کے معاملے میں، وہ بیان کرتا ہے کہ جیسے ہی نکاح نامہ ختم ہو جاتا ہے، بیوی کو کسی حد تک شوہر کی جائداد میں میراث ملنے کا حق حاصل ہوتا ہے، اور جب یہ معاہدہ ٹوٹ جاتا ہے تو، مدت کے اختتام تک وراثت کا حق طے ہوتا ہے۔ اور اگر اس بیماری کے وقت طلاق واقع ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے اس کی موت واقع ہوتی ہے تو، عورت کو اپنی تاریخ سے ایک سال تک میراث رکھنے کا حق حاصل ہے۔ اگرچہ طلاق درست ہے۔ بشرطیکہ بیوی کی شادی نہ ہو۔ (قانون مدنی ۹۴۰، ۹۴۳، ۹۴۴)

اگر میت (شوہر) کی متعدد بیویاں ہیں تو، ان کا وراثت کا حصہ (جو بچے کی عدم موجودگی کے ساتھ ایک چوتھائی ہے اور بچے کی موجودگی کے ساتھ آٹھویں حصہ) ان دونوں کے مابین برابر تقسیم ہے۔ (قانون مدنی بند ۲ آرٹیکل ۹۰۰، آرٹیکل ۹۰۱، ۹۴۲)

بہن کی حیثیت سے حق میراث

قرآن حکیم نے جہاں عورت کے دیگر معاشرتی و سماجی درجات کے حقوق کا تعین کیا گیا ہے وہاں بطور بہن بھی اسکے حقوق بیان کئے گئے ہیں بطور بہن عورت کا حق وراثت بیان کرتے ہوئے قرآن حکیم میں ارشاد فر مایا گیا ہے:

«وَإِنۡ كَانَ رَجُلٌ يُورَثُ كَلَالَةً أَوِ امۡرَأَةٌ وَلَهُۥٓ أَخٌ أَوۡ أُخۡتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنۡهُمَا السُّدُسُ فَإِن كَانُوٓاْ أَكۡثَرَ مِن ذَٰلِكَ فَهُمۡ شُرَكَآءُ فِي الثُّلُثِ مِنۢ بَعۡدِ وَصِيَّةٍ يُوصَىٰ بِهَآ أَوۡ دَيۡنٍ غَيۡرَ مُضَآرٍّ وَصِيَّةً مِّنَ اللَّهِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَلِيمٌ» (سورہ نساء ۱۲) اگر کوئی مرد یا عورت بے اولاد ہو اور والدین بھی زندہ نہ ہو اور اس کا ایک بھائی یا ایک بہن ہو تو بھائی اور بہن میں سے ہر ایک کو چھٹا حصہ ملے گا پس اگر بہن بھائی ایک سے زیادہ ہو تو سب ایک تہائی حصے میں شریک ہوں گے، یہ تقسیم وصیت پر عمل کرنے اور قرض ادا کرنے کے بعد ہو گی بشرطیکہ ضرر رساں نہ ہو، یہ نصیحت اللہ کی طرف سے ہے اور اللہ بڑا دانا بردبار ہے۔

کللۃ: (ک ل ل) باپ اور اولاد کے علاوہ جو وارث ہو وہ کلالۃ ہے۔

صحیح السند روایت کے مطابق حضرت عمر نے رسول اکرم ﷺ سے کلالہ کے بارے میں سوال کیا۔ آپ نے فرمایا:

اللہ نے اسے واضح طور پر بیان فرمایا ہے۔ پھر یہ آیت تلاوت فرمائی: وان کان رجل یورث کللۃ۔ گویا

حضرت عمر سمجھ نہ سکے۔ پھر دوسری آیت نازل ہوئی: یستفتونک قل اللہ یفتیکم فی الکللۃ (نساء ۴: ۱۷۶) (لوگ آپ سے کلالہ کے بارے میں دریافت کرتے ہیں۔ تو آپ ان سے کہہ دیجئے: اللہ تمہیں کلالہ کے بارے میں حکم دیتا ہے) تو بھی حضرت عمر سمجھ نہ سکے حضرت عمر نے حفصہ سے کہا کہ جب رسول اللہ خوش مزاجی کی حالت میں ہوں تو کلالہ کے بارے میں پوچھ لینا حفصہ نے پوچھا تو حضور نے فرمایا تمہارے باپ نے پوچھنے کے لئے کہا تھا؟ ماأری اباک یعلمھا ابدا۔ لگتا ہے کہ تمہارا باپ کبھی بھی اس مسئلے کو نہیں جان سکے گا۔

صاحب المنار فرماتے ہیں: یہ مسئلہ اس قدر واضح ہے کہ حضرت عمر سے بھی کمتر لوگوں کے لئے اس کا سمجھنا مشکل نہیں ہے۔

قانون مدنی میں بہن کی میراث کے بارے میں بتایا گیا ہے:

"اگر مقتول کا وارث صرف ایک بہن ہے تو، ساری جائداد اس کی ملکیت ہے، اور اگر میت کے ماں کے ذریعہ صرف رشتے دار ہوں تو، اس کی میراث ان میں برابر تقسیم کر دی جاتی ہے۔ اگر میت کے رشتے دار ماں باپ (ابوینی) باپ (ابی) ہیں تو، اس شخص کی وراثت دو عورتوں کے برابر ہیں، اور اگر مقتول کے ورثاء صرف بھانجے اور بھانجی ہیں تو ان کے لئے اس شخص کا حصہ ہے جس کے ذریعہ وہ میراث میں ہے۔ "اگرچہ بھانجی، بھانجے اور بھانجی بیٹیاں ہیں، لیکن بیٹیوں سے بیٹے کو زیادہ سے زیادہ ملتی ہیں۔" (قانون مدنی ۹۱۷، ۹۱۹۔۹۲۲)

اگر کسی مرد یا عورت کے نہ بچے ہو اور نہ والدین (یعنی کلالہ ہو) تو ایک بھائی یا ایک بہن (جسکی ماں ایک اور باپ مختلف ہوں) تو دونوں کو چھٹا حصہ ملے گا (یعنی مرد کو عورت کا دگنا نہیں ملے گا) اور اگر دو سے زیادہ ہوں تو ایک تہائی ورثہ میں سے برابر تقسیم ہوگا۔ اگر صرف دو بھائی (بہن کوئی نہیں) یا دو بہنیں (بھائی کوئی نہیں) ہوں تو بھی دونوں کو چھٹا حصہ ملے گا (سورہ نساء آیت ۱۲)

اگر کسی مرد یا عورت کے نہ بچے ہو نہ والدین (یعنی کلالہ ہو) اور ایک ہی بھائی (باپ کی طرفسے) ہو تو تو بھائی کو پورے کا پورا ورثہ ملے گا (سورہ نساء آیت ۱۷۶)

اگر کسی مرد یا عورت کے نہ بچے ہو نہ والدین (یعنی کلالہ ہو) اور ایک ہی بہن (باپ کی طرفسے) ہو تو بہن کو آدھا ورثہ ملے گا (سورہ نساء آیت ۱۷۶)

اگر کسی مرد یا عورت کے نہ بچے ہو نہ والدین (یعنی کلالہ ہو) اور دو یا دو سے زیادہ بہنیں ہو (باپ کی

طرفسے) تو دو تہائی ورثہ ان میں برابر برابر تقسیم ہو گا۔

قرآنی حوالہ

مردوں کے لئے اس میں حصہ ہے کہ جو کچھ کہ (ان کے) والدین اور اقربا پیچھے چھوڑ جائیں، اور اسی طرح عورتوں کے لئے حصہ ہے اس میں جو (ان کے) والدین اور اقربا پیچھے چھوڑ جائیں اس ترکہ میں سے خواہ وہ تھوڑا ہو یا زیادہ (ہر حال میں حصہ مقرر شدہ ہے۔ (سورہ نساء آیت ۷)

قرآن کی صرف ۳ آیتیں ورثہ کی تقسیم کی تفصیل بتاتی ہیں وہ یہ ہیں؛ تمہاری اولاد کے بارے اللہ ہدایت کرتا ہے کہ مرد کا حصہ دو عورتوں کے برابر ہے اگر (میت کی وارث) دو سے زائد لڑکیاں تو انہیں ترکے کا دو تہائی دیا جائے اور اگر ایک ہی لڑکی وارث ہو تو آدھا ترکہ اسکا ہے اگر میت صاحب اولاد ہو تو اس کے والدین میں سے ہر ایک کو ترکے کا چھٹا حصہ ملنا چاہیئے -اگر وہ صاحب اولاد نہ ہو اور صرف والدین ہی اسکے وارث ہوں تو ماں کو تیسرا حصہ دیا جائے –اور اگر میت کے بھائی بہن بھی ہوں تو ماں چھٹا حصہ کی حقدار ہو گی (یہ سب حصے اس وقت نکالے جائیں گے) جب وصیت جو میت نے کی ہو پوری کر دی جائے اور قرض جو اس پر ہو ادا کر دیا جائے –تم نہیں جانتے کہ تمہارے ماں باپ اور تمہاری اولاد میں سے کون بلحاظ نفع تم سے قریب تر ہے –یہ حصے اللہ نے مقرر کر دیئے ہیں اور اللہ یقینا سب حقیقتوں سی واقف اور ساری مصلحتوں کا جاننے والا ہے (سورہ نساء آیت ۱۱) جو مال تمہاری عورتیں چھوڑ مریں اس میں تمہارا آدھا حصہ ہے بشرط یہ کہ انکی اولاد نہ ہو اور اگر انکی اولاد ہو تو اس میں سے جو چھوڑ جائیں ایک چوتھائی تمہارا ہے اس وصیت کے بعد جو وہ کر جائیں یا قرض کے بعد اور عورتوں کے لئے چوتھائی مال ہے جو تم چھوڑ کر مرو بشرط یہ کہ تمہاری اولاد نہ ہو پس اگر تمہاری اولاد ہو تو جو تم نے چھوڑا اس میں سے ان کا آٹھواں حصہ ہے اس وصیت کے بعد جو تم کر جاؤ یا قرض کے بعد اور اگر وہ مرد یا عورت جسکی یہ میراث ہے باپ بیٹا کچھ نہیں رکھتا اور اس میت کا ایک بھائی یا بہن ہے تو دونوں میں سے اس ایک کا چھٹا حصہ ہیں پس اگر اس سے زیادہ ہوں تو ایک تہائی میں سب شریک ہیں وصیت کی بات جو ہو چکی ہو یا قرضکے بعد بشرط یہ کہ اوروں کا نقصان نہ ہو یہ اللہ کا حکم ہے اور اللہ جاننے والا تحمل کرنے والا ہے۔ (سورہ نساء آیت ۱۲)

وہ تجھ سے فتویٰ مانگتے ہیں کہ اللہ تمہیں کلالہ (والدین اور اولاد کے بغیر) کے متعلق فتویٰ دیتا ہے اگر کوئی مرد مر جائے جسکی کوئی اولاد نہ مگر اسکی ایک بہن ہو تو اسے ترکے کا نصف ملے گا اور (اگر بہن پہلے مرے

تو) وہ (مرد) خود اسکا وارث ہوگا اگر اسکی بہن کی اولاد نہ ہو اور اگر وہ دو عورتیں ہوں تو ان کے لئے ترکے کا دو تہائی ہوگا اور اگر بھائی بہنون میں کئی مرد اور عورتیں ہوں تو مرد کے لئے دو عورتوں کے حصے کی مانند ہوگا اللہ تم پر واضح کرتا ہے تاکہ تم بھٹک نہ جاو اور اللہ ہر بات جانتا ہے۔ (سورہ نساء آیت ۱۷۶)

تعصیب کی شرعی حیثیت

آیت میں اس بات پر کوئی بات پر صراحت موجود نہیں ہے۔کہ کل ترکہ حصوں سے زائد آنے کی صورت میں کسے دینا ہے مثلا صرف ایک لڑکی وارث ہونے کی صورت میں قرآن نے یہ تو بتا دیا کہ کل ترکے کا نصف حصہ لڑکی کو ملے گا لیکن باقی نصف حصہ کے بارے میں کوئی صراحت نہیں ہے کہ یہ کس کا حصہ ہے؟ لہٰذا اس زائد مقدار کے بارے میں کوئی مؤقف اختیار کرنے کے لئے اس آیت کے علاوہ دیگر دلائل کی ضرورت ہے

تعصیب کا مؤقف

اس مؤقف کے مطابق نصف سے زائد حصہ دوسرے طبقے کے وارثوں کا ہوگا؛ مثلا بھائی، بہن، چچا، بھانجا اور بھتیجا وغیرہ

فقہ جعفری کا مؤقف

اس مؤقف کے مطابق باقی نصف حصہ بھی اسی لڑکی کا ہے لہٰذا لڑکی کو آدھا حصہ فرضا ملے گا اور دوسرا آدھا حصہ رداً ملے گا اس طرح لڑکی کل ترکے کی وارث بن جائے گی۔

تعصیب کی دلیل

اس سلسلے میں درج زیل دو احادیث پیش کی جاتی ہیں جن میں کہا گیا ہے کہ زائد حصہ دوسرے طبقے کے وارثوں کا ہوگا۔

۱۔طاؤس کی ایک مرسلہ روایت اور ابن عباس کی روایت جس میں کہا گیا ہے: الحقوا الفرائض باھلھا فما بقے فھو لاولی رجل ذکر فرائض ان کے صاحبان کو دے دو۔جو بچ جائے وہ اس مرد کا ہوگا جو میت کے زیادہ قریب ہے۔

جواب: اولا یہ حدیث عبد اللہ بن طاؤس کی وجہ سے ضعیف ہے کیوں کہ ابن طاؤس اموی خلیفہ کا خیر خواہ اور اہل بیت کا دشمن تھا۔اس لئے علمائے رجال اس کی روایت کو مخدوش قرار دیتے ہیں۔ (العتب

الجمیل ۱۰۳ا الکامل، ج ۵، ص ۴۴، تھذیب التھذیب، ج ۵، ص ۲۶۸)

ثانیاً: خود ابن عباس اور طاؤس نے انکار کیا ہے کہ ہم نے اس مضمون کی کوئی روایت بیان نہین کی۔ (تھذیب التھزیب، ج ۵، ص ۲۶۸) ان کتب میں یہ شبہ ظاہر کیا گیا ہے کہ یہ روایت طاؤس کے بیٹے عبد اللہ کی ہو گی۔

حضرت جابر بن عبد اللہ کی رویت ہے جس میں کہا گیا ہے کہ حضور نے سعد بن ربیع کی دو بیٹیوں کو دو تہائی حصہ دیا ان کی ماں کو آٹھواں حصہ اور باقی ان کے چچا کو دیا۔

جواب: یہ حدیث اس کے ایک راوی عبد اللہ بن محمد عقیل کی وجہ سے ضعیف ہے۔اصحاب رجال نے اس کی حدیث سے اجتناب کرنے کی سفارش کی ہے۔ (المجروحین من المحدثین، ج ۲، ص ۴۱، الجرح و التعدیل، ج ۲، ص ۱۵۴، تھذیب التھذیب، ج ۶، ص ۱۳۔۱۵)

فقہ جعفری کا موٴقف

فقہ جعفری اپنے موٴقف میں قرآن وسنت سے استدلال کرتی ہے۔

ا۔قرآن میں ارشاد ہے: واولوالارحام بعضھم اولی ببعض فی کتاب اللہ (انفال ۸: ۷۵) اور اللہ کی کتاب میں خونی رشتہ دار ایک دوسرے کے زیادہ حقدار ہیں۔

اس آیت میں قانون وراثت کا ایک اہم اصول بیان کیا ہے جس کے تحت بعید سے زیادہ قریبی حقدار ثابت ہوتا ہے علماء نے اس آیت کے تھت ایک کلیہ بھی وضع کیا ہے؛ الاقرب یمنع الابعد۔یعنی دور کے رشتہ داروں کے وارث بننے میں قریبی قریبی رشتہ دار مانع ہیں۔اسی لئے امامیہ کا موٴقف ہے کہ بیٹی کے ہوتے ہوئے دوسرے رشتہ دار مثلا بھائی بھتیجا، چچا، کالڑکا وغیرہ وارث نہیں بن سکتا۔

موجودہ اسلامی وراثت

موجودہ اسلامی وراثت کے قوانین عربوں کے قدیم رواج اور قرآنی احکامات کا ملغوبہ ہے اور کبھی کبھی مشکل صورت حال پیدا کر دیتے تھے جنہیں مسلمان فقہاء نے دور کیا ہے۔

مثال کے طور خلیفہ حضرت عمر کے زمانے میں ایک عورت کا انتقال ہوا جسکے پیچھے شوہر، ماں اور دو سگے اور سوتیلے (ماں) سے بھائی تھے، خلیفہ حضرت عمرنے قرآنی وارثوں کو ان کا حصہ دیا یعنی شوہر کو آدھا، ماں کو چھٹا حصہ اور دونوں سوتیلے بھائیوں کو ملا کر ایک تہائی _ دونوں سگے بھائی جنہیں پرانے عرب قانون کے

مطابق ساری جائیداد ملنی تھی انہین کچھ نہیں ملا کیونکہ کچھ بچا ہی نہیں تھا (اور اگر دو سوتیلے بھائیوں کے بجائے دو سوتیلی بہنیں ہوتی تو بھی انہیں کل ملا کر ایک تہائی ہی ملتا اور سگے بھائیوں کے لئے کچھ نہ بچتا) دونوں سگے بھائیوں نے اعتراض کیا کہ ہماری ماں اور سوتیلے بھائیوں کی ماں ایک ہی تھی پھر کیوں انہیں حصہ ملا اور ہمیں نہیں؟ خلیفہ حضرت عمر نے اس اعتراض کو تسلیم کیا اور نیا فیصلہ صادر کیا کہ ایک تہائی میں دو نہیں چاروں بھائیوں کا حصہ ہوگا۔

اسی طرح اگر ایک عورت مر جائے اور وارثوں میں شوہر اور باپ ماں ہوں تو شوہر کو آدھا اور ماں کو ایک تہائی حصہ ملے گا اور اسی طرح بچنے والا چھٹا حصہ باپ کو ملے گا یعنی ماں کو آدھا، خلیفہ حضرت عمر نے علماء کے مشورے کے بعد تسلیم کیا کہ باپ کا حصہ ماں سے دگنا ہونا چاہیئے۔

میراث ایک فطری حق

پہلا نکتہ یہ ہے کہ ہو سکتا ہے بہت سے لوگ خیال کریں بہتر ہے کہ کسی کی وفات کے بعد اس کے مال کو عام مال کا حصہ قرار دیکر اسے بیت المال میں میں جمع کرا دیا جائے ـ لیکن غور و فکر کرنے کے بعد یہ امر کھل کر سامنے آجاتا ہے کہ یہ کام بلکل عدالت کے خلاف ہے ـ کونکہ میراث کا مسئلہ سو فیصد ایک فطری اور منطقی مسئلہ ہے جب ماں باپ اپنی بعض جسمانی اور روحانی صفات قانونِ وراثت کے مطابق اپنی اولاد میں منتقل کرتے ہیں تو پھر ان کے مال کو اس قانون سے کس طرح مستثنیٰ کیا جاسکتا ہے؟

اس کے علاوہ جائز مال ہر شخص کی محنت و مشقت اور سعی و کوشش کا نتیجہ ہوتا ہے اور ایک دوسرے کے ساتھ مل کر وہ جو کوشش کرتا ہے اور طاقت صرف کرتا ہے وہ مال سے ظاہر ہو جاتی ہے ـ

اسی بنا پر ہم ہر شخص کو اس کے ہاتھ کی محنت کا فطری طور پر مالک سمجھتے ہیں اس لئے جب موت کے وقت انسان کا ہاتھ اپنے مال تک نہیں پہنچ سکتا تو عدل کا یہی تقاضا ہے یہ مال ان افراد کے پاس چلا جائے جو مرنے والے کے نزدیک ترین رشتہ دار ہوں حقیقت میں ان اشخاص کا وجود اس کے اپنے وجود کی بقا شمار ہوگا ـ

اسی لئے بہت سے لوگ اتنا سرمایہ رکھنے کے باوجود جو ان کی زندگی کے لئے بخوبی کافی ہو سکتا ہے پھر بھی اپنے کاروبار کو بڑھانے کی لگاتار کوشش کرتے رہتے ہیں ان کا مقصد اپنے اولاد کی حفاظت کرنا اور اسے روشن کرنا ہے یعنی قانون وراثت ملک کی اقتصادی گاڑی کو زیادہ متحرک اور فعال بنا سکتا ہے ـ اگر ہر شخص کا مال اسکی موت کے بعد اس سے الگ کر دیا جائے اور اسے عام مال قرار دے دیا جائے تو ممکن ہے اقتصادی

سر گرمیاں اور چہل پہل ختم ہو کر رہ جائے ۔اس گفتگو کا شاہد وہ واقعہ ہے جو فرانس میں پیش آیا ہے ۔کہتے ہیں: اب سے کچھ عرصہ پہلے کی بات کہ فرانس کی پارلیمینٹ کے نمائندوں نے میراث کے قانون کو لغو قرار دیا ۔اس کے بجائے انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ جو کوئی چھوڑ جائے اسے پبلک کا مال سمجھ کر ضبط کر لیا جائے اور اسے عوام الناس کی ضروریات میں اس طرح خرچ کیا جائے کہ اس شخص سے تعلق رکھنے والوں میں سے کسی کو کچھ بھی نہ دیا جائے لیکن کچھ مدت گزرنے کے بعد اس قانون کے برے اقتصادی اثرات ظاہر ہو گئے اور یہ بات کھل کر سامنے آ گئی کہ اس قانون نے ملک کی درآمد اور برآمد پر گہرا اثر ڈالا ہے اور اس سے اقتصادی سر گرمیوں میں بہت کمی واقع ہو گئی ہے ۔چنانچہ ان حالات نے اقتصادیات کے ماہرین کو پریشان کر دیا انہوں نے اس کا بنیادی سبب قانون میراث پر غلط عمل قرار دیا ۔ اس لئے اس پر نظر ثانی کرنی پڑی بنا بر یں اس بات سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ قانون میراث حکم شرعی کے علاوہ ایک فطری اور طبعی امر بھی ہے یہ اقتصادی سر گرمیوں کی فعالیت میں ایک گہرا اثر رکھتا ہے۔

میراث گزشتہ اقوام عالم میں

وراثت کا قانون فطری بنیادوں پر قائم ہیں اس لئے وہ گزری ہوئی قوموں میں بھی مختلف شکلوں میں دکھائی دیتا ہے اگرچہ بعض لوگ یہودیوں کے متعلق یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ان میں قانون وراثت کا وجود نہیں تھا لیکن موجودہ تورات کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ قانون بڑی تفصیل کے ساتھ سفر؛ اعداد؛ میں موجود ہے ۔اس میں ہے:

اور بنی اسرائیل سے کہہ دو کہ اگر کوئی شخص مر جائے اور اس کے بیٹا نہ ہو تو اسکی میراث بیٹی کو دے دو اگر بیٹی بھی نہ ہو تو اسکا ورثہ اسکے بھائیوں کو دے دو اگر بھائی بھی نہ ہو تو اسکی میراث اسکے باپ کے بھائیوں کو دے دو اگر اسکے باپ کا کوئی بھائی نہیں ہے تو اسکے پس ماندگان میں سے جو بھی اسکا زیادہ نزدیکی رشتہ دار ہے اسے ترکہ دے دو ۔ تاکہ وہ اسکا وارث بن جائے اور یہ امر بنی اسرائیل کے لئے واجب ہے اس لئے کہ خداوند عالم نے موسیٰ کو یہ حکم دیا ہے۔ (سفر اعداد آیات ۸۔۱۱)

مندرجہ بالا فقروں سے پتہ چلتا ہے کہ بنی اسرائیل میں میراث کا تعلق صرف اہلِ نسب ہی سے تھا کیونکہ اس میں شروع سے آخر تک بیوی اور شوہر کا نام نہیں ہے۔

دین مسیحی میں اس قانون کو معتبر سمجھا جائے گا کیونکہ موجودہ انجیل میں منقول ہے کہ حضرت مسیح نے فر

مایا: میں اس لئے نہیں آیا کہ تورات کے احکامات میں کوئی ردوبدل کروں۔

اسی لئے ان کی موجودہ کتب و رسائلِ مذہبی میں میراث کی کوئی بحث نہیں پائی جاتی ۔ صرف چند مقامات پر لفظ ارث کے مشتقات پر گفتگو کی گئی ہے جو سب کی سب معنوی یا اخروی میراث کے بارے میں صحیح ہے۔

اسلام سے پہلے عربوں میں تین طریقوں سے میراث بٹتی تھی:

نسب: اس سے مراد ان کے ہاں صرف بیٹے اور مرد تھے۔بچے اور عورتیں ترکہ سے قطعی طور پر محروم تھیں۔

متبنّٰی: یعنی ایسا بیٹا جسے ایک خاندان نے دھتکار دیا ہو اور دوسرے نے اسے اپنی طرف منسوب کر لیا ہو یہ دراصل منہ بولا بیٹا ہوتا تھا ۔ اس صورت میں اس منہ بولے بیٹے اور اس کے منہ بولے باپ کے درمیان قانونِ وراثت جاری ہوتا تھا۔

عہد و پیمان: دو آدمی آپس میں معاہدہ کر لیتے تھے کہ وہ زندگی بھر ایک دوسرے کا دفاع کریں گے اور مرنے کے بعد ایک دوسرے کے رازدار اور وارث رہیں گے۔

اسلام نے میراث کے فطری اور طبعی قانون کو ان خس و خاشاک سے پاک کر دیا اور ظالمانہ تفریقات جو ایک طرف عورت مرد کو دوسری طرف چھوٹے بڑے کے درمیان تھیں، انہیں دور کر دیا۔

میراث کا سرچشمہ

اسلام نے تین چیزوں کو میراث کا سرچشمہ قرار دیا ۔ اسلام سے پہلے یوں نہ تھا ۔ وہ تین چیزیں یہ ہیں:

۱. نسب: اپنے وسیع مفہوم کے ساتھ یعنی ہر قسم کا تعلق جو تولد کے زریعے دو اشخاص کے درمیان مختلف سطحوں میں ظاہر ہو ۔ چاہے وہ مرد عورت ہوں چاہے چھوٹے بڑے۔

۲. سبب: یعنی ایسے روابط جو شادی کے زریعے مختلف افراد کے درمیان پیدا ہو جائیں۔

۳. ولاء: اس سے مراد ایسے روابط ہیں جو نسبی یا سببی رشتہ داری کے علاوہ دو اشخاص پیدا ہوں مثلا عتق یعنی اگر کوئی شخص اپنے غلام کو آزاد کر دیتا ہے اور موت کے بعد غلام اپنا کوئی نسبی یا سببی رشتہ دار نہیں چھوڑتا تو اس کا مال آزاد کرنے والے کو مل جائے گا اور یہ خود غلام آزاد کرنے کی ایک جزا و ترغیب ہے۔

۴. ولاءِ ضمانِ جریرہ: یہ ایک خاص معاہدہ تھا جو دو افراد کے درمیان انکی خواہش اور ارادے سے قائم ہو

جاتا تھا اور طرفین یہ امر اپنے ذمہ لے لیتے تھے کہ وہ مختلف مواقع پر ایک دوسرے کا دفاع کریں گے اور مرنے کے بعد (جبکہ ان کے درمیان کسی قسم کی نسبی یا سببی رشتہ داری بھی نہ ہو) ایک دوسرے کی میراث لیں گے۔

۵۔ ولاءِ امامت: اگر کوئی شخص دنیا سے چل بسے اور اپنے بعد کسی قسم کا نسبی اور سببی رشتہ دار نہ چھوڑے تو اسکی میراث امام کو یا دوسرے لفظوں میں مسلمانوں کے بیت المال کو ملے گی۔ البتہ مندرجہ بالا طبقات کے لئے شرطیں اور احکام ہیں جو کتب فقہ میں ذکر ہیں۔

لڑکیوں کو میراث کا مستحق ہونا

زمان جاہلیت میں لڑکیوں کو حصہ نہیں دیا جاتا تھا، خواہ یہی کہہ کر لڑکیوں کا حصہ نہیں ہے (تفسیر صافی ملا محسن فیض کاشانی) خواہ یہ اصول قرار دیکر کہ ترکہ ان کا ہے جو نیزہ و شمشیر سے دشمنوں کا مقابلہ کرتے ہیں (مجمع البیان) ہرحال جس لباس میں بھی یہ تصور ہو کہ قرآن مجید نے اسے رد کیا ہے۔ اس کے بعد یہ کتنے افسوس کی بات کہ مسلمانوں مین بھی بعض جگہ لڑکیوں کو حصہ نہ دینے کا رواج اب بھی قائم ہے۔

واذاَحضرَ القِسمۃَ اُولُوا القُربیٰ وَالیَتٰمیٰ وَالمَسٰکِینُ فَارزُقُوھُم مِنہُ وَقُولُوا لَھُم قَولاً مَعرُوفاً (سورہ نساء ۸)

: اور جب تقسیم کے موقع پر اعزاء اور یتیم اور غریب موجود ہوں تو انہیں بھی اس میں سے کچھ دے دو اور مناسب طریقہ پر ان سے بات کرو۔؛

مجوب الارث عزیزوں کے ساتھ سلوک اور ہمدردی

پہلے تو ان حصوں کا ذکر تھا جو بطور فریضہ مقرر ہیں ۔ اب ان وارثوں کو ایک استحبابی حکم ہے جو ان کی انسانیت کا تقاضا ہے۔ (مجمع البیان) وہ یہ ہے کہ جائداد جو ورثہ کو ملی ہیں، یہ کوئی ان کی محنت و مشقت کی مکسوبہ تو ہے نہیں۔

یہ تو ایک مفت کی دولت ہے جو انہیں مل رہی ہیں تو اب اگر کچھ اور عزیز ایسے جو میراث میں حق نہیں رکھتے۔ (اولوالقربیٰ ممن لایرث (صافی) مگر حاجت مند ہیں۔ یا عزیز نہیں غیر ہیں اور یتیم یا مسکین کی حیثیت رکھتے ہیں تو یہ ورثہ اس موقع پر ان کے پیٹ بھرنے کا بھی کچھ سامان کردیں تو بہت اچھا ہے مگر اس طرح نہیں کہ انکی دل آزاری ہو بلکہ مناسب بات چیت کے ساتھ جس سے ان کی دل شکستگی نہ ہو۔ (تلطفوا لھم فی القول واعت۔ اولوالقربیٰ ممن لایرث (صافی) ذرا الیھم واستقلوا ما تعطونھم ولا تمنوا بذلک علیھم (صافی) ان کو

دیدیں تو احسان ان پر نہ رکھیں (عمدۃ البیان)

بعض روایات بتاتے ہیں کہ یہ حکم صدر اسلام میں بطور وجوب تھا جو احکام میراث کے آنے کے بعد منسوخ ہو گیا اس کے بعد یہ معنی نہیں کہ حکم استحبابی بھی بر طرف ہو گیا وہ اب بھی باقی ہے اور عمل کرنا اس پر بہتر ہے۔ (عن الباقر انہ سئل امنوختہ ھی قال لا اذا حضروک فاعظھم اقول نسخ لاجوب لا ینافی بقاالجواز و الاستحباب (صافی)

ولیخش الذین لو ترکوا من خلفھم ذریۃ ضعفاً خافوا علیھم فلیتقوا اللہ و لیقولوا قولاً سدیداً (نساء آیت ۹) اور ڈرنا چاہئے انہیں کہ جو اگر اپنے بعد بے ہاتھ پیر کے بچے چھوڑ جائیں تو انہیں ان کی فکر ہو گی لہٰذا وہ اللہ سے ڈریں اور صحیح طریقہ پر گفتگو کیا کریں۔

سیاق آیات سے جو سمجھ میں آتا ہے، یہ ہے کہ ان یتیموں کی خبر گیری کی لئے جن کا میراث میں حصہ نہیں ہے، وارثوں کو متوجہ کرنے کے لئے انکے ضمیر کو بیدار کیا جا رہا ہے کہ آخر تمہیں بھی تو یہ صورت پیش آسکتی ہیں کہ تم چھوٹے چھوٹے بچے چھوڑ جاؤ اور ان کی خبر گیری کرنے والا کوئی نہ ہو تو اس کا خیال کرو اور اب دوسرے یتیموں کی جہاں تک ہو سکے خبر گیری کرو اور کم از کم دل دکھانے والی باتیں نہ کرو۔

اب جب کہ دوسرے غیر یتیموں کے لئے حکم ہیں تو اگر اس کی ہیئت کی صلبی اولاد ہو اور اسی مرنے والے کے پوتے پوتیاں یا نواسے نواسیاں ہوں جو مجوب ہو گئی ہیں یعنی انکے باپ یا ماں کا انتقال انکے دادا یا نانا سے پہلے ہو گیا، اس لئے ترکہ میں انکا حصہ نہیں رہا جیسا کہ شریعت اسلام کا حکم ہے تو ان چچاؤں یا ماموؤں یا پھوپھیوں یا خالاؤں کو جو وارث ہیں، ان پوتے پوتیوں وغیرہ کے ساتھ جہاں تک ممکن ہو حسن سلوک تو ضرور کرنا چاہئے اور یہ نہیں کہنا چاہئے کہ تمہارے ماں باپ کا تو پہلے ہی انتقال ہو گیا اب تمہارا اس ترکہ میں حق ہی کیا رہا۔

وراثت میں مردوں کے لئے خواتین سے دوگنا حصہ ملنا

سوال: اسلام نے مردوں کے وراثت میں خواتین کے حصہ کو دوگنا کیوں کیا ہے؟

جواب واضح ہے۔ جب وہ شادی کر لیتی ہیں تو خواتین زندگی کے اخراجات کی ادائیگی نہیں کرتی ہیں اور اسلام میں ان کے سارے اخراجات مرد برداشت کرتے ہیں۔

رہائشی اخراجات اور اپنے بچوں اور بیویوں کے رہائشی اخراجات دونوں کی ادائیگی کرنی پڑتی ہے، اور پھر بھی

یہ فطری بات ہے کہ وراثت میں ان کا حصہ زیادہ ہونا چاہئے۔

یہ کہا جا سکتا ہے کہ کچھ خواتین شادی نہیں کرتی ہیں، اور کچھ مرد شادی نہیں کرتے ہیں، ان کا کیا ہوگا؟

اس کا جواب ایک نقطہ سے بھی واضح ہے، اور وہ یہ ہے: خدائی قوانین (لیکن تمام قوانین) معاشرے کے عمومی لوگوں کے مطابق ہیں، اور غیر معمولی لوگ قوانین کا معیار نہیں ہیں۔ (نمونہ تشریح، ج ۳، ص ۲۹۰ میں مزید پڑھیں)

اسلام میں عورت کو بہت ہی عزت واحترام دینے کے علاوہ ان کے دوسرے بہت سے حقوق کا خیال رکھنے کی تاکید دی گئی ہے۔ انہی حقوق میں سے ایک وراثت کا حق بھی ہے جو عورت کو حاصل ہے۔ ارشاد ربانی ہے کہ:

لِّلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ نَصِيبًا مَّفْرُوضًا؛ ماں باپ اور رشتے داروں کے ترکے میں خواہ وہ تھوڑا ہو یا زیادہ لڑکوں کا حصہ ہے اور ماں باپ اور رشتے داروں کے ترکے میں خواہ وہ تھوڑا ہو یا زیادہ لڑکیوں کا بھی حصہ ہے اور یہ حصے خدا کی طرف سے مقررہ ہیں (القرآن، نساء ۷: ۴)

یعنی اُصولی طور پر لڑکا اور لڑکی دونوں وراثت میں اپنا اپنا مقررہ حصہ لینے کے حقدار ہیں اور کوئی شخص انہیں ان کے اس حق سے محروم نہیں کر سکتا۔

والدین کے مالِ وراثت میں حق

قرآن مجید میں بڑی وضاحت کے ساتھ عورت اور مرد کے حقوق کا تعین کیا گیا ہے اور عورتوں کے حق وراثت کو بڑی تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔

ارشاد باری تعالی ہے کہ يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَيَيْنِ فَإِن كُنَّ نِسَاءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ وَإِن كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ وَلِأَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ إِن كَانَ لَهُ وَلَدٌ فَإِن لَّمْ يَكُن لَّهُ وَلَدٌ وَوَرِثَهُ أَبَوَاهُ فَلِأُمِّهِ الثُّلُثُ فَإِن كَانَ لَهُ إِخْوَةٌ فَلِأُمِّهِ السُّدُسُ 'تمہاری اولاد سے متعلق اللہ کا یہ تاکیدی حکم ہے کہ ترکے میں لڑکے کے لئے دو لڑکیوں کے برابر حصہ ہے۔ اگر اکیلی لڑکی ہو تو اسے آدھا ترکہ ملے گا اور (میت کے) ماں باپ میں سے ہر ایک کو ترکے کا چھٹا حصہ ملے گا بشرطیکہ وہ اپنے پیچھے اولاد بھی چھوڑے، اگر اس کے کوئی اولاد نہ ہو اور وارث ماں باپ ہی ہوں تو ماں کے لئے ایک تہائی (ماں باپ کے ساتھ) بھائی بہن بھی ہوں تو اس کی ماں کا

چھٹا حصہ ہو گا۔ (''نساء۱۱: ۴)

اس آیہ مبارکہ میں یہ امر قابلِ غور ہے کہ تقسیم کی اکائی لڑکی کا حصہ قرار دیا گیا ہے، یعنی سب کے حصے لڑکی کے حصے سے گنے جائیں گے۔ گویا تمام تقسیم اس محور کے گرد گھومے گی۔ جاہلیت میں لڑکیوں کو ترکے میں حصہ نہیں دیا جاتا تھا۔ جیسا کہ اکثر دوسرے مذاہب میں اب بھی ہے لیکن اسلام کی نظر میں لڑکی کو ترکے کا حصہ دینا کتنا ضروری ہے، وہ اس سے ظاہر ہے کہ پہلے تو تقسیم وراثت کی عمارت کی بنیاد ہی لڑکی کے حصے پر رکھی پھر یوصیکم اللہ کہہ کر فرمایا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا نہایت تاکیدی حکم ہے۔

اس آیت مبارکہ سے تقسیم کے یہ اصول معلوم ہوئیں۔

اگر اولاد میں لڑکے اور لڑکیاں ہوں تو ایک لڑکے کو ایک لڑکی سے دگنا ملے اور اسی اصول پر سب ترکہ لڑکوں اور لڑکیوں میں تقسیم ہو گا، صرف لڑکوں کا ذکر نہیں کیا، کیونکہ اس صورت میں ظاہر ہے کہ وہ سب برابر کے حصے دار ہوں گے اگر اولاد میں لڑکا کوئی نہ ہو اور دو یا دو سے زیادہ لڑکیاں ہوں۔ تو ان کو بھی دو تہائی ہی ملے گا۔

حضور نبی اکرم ﷺ کے عمل مبارک سے ان معنوں کی تائید ہوتی ہے۔ ایک صحابی سعد بن ربیع غزوہ احد میں شہید ہوگئے۔ انہوں نے اولاد میں صرف دو لڑکیاں چھوڑ دیں۔ سعد کے بھائی نے سارے ترکے پر قبضہ کر لیا اور لڑکیوں کو کچھ نہ دیا۔ اس پر سعد کی بیوہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور شکایت کی کہ سعد کی دو لڑکیاں موجود ہیں، لیکن ان کے چچا نے انہیں ان کے باپ کے ترکے میں سے ایک جبہ بھی نہیں دیا اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ آپ ﷺ نے سعد کے بھائی کو بلوایا اور اسے حکم دیا کہ مرحوم کی دونوں بیٹیوں کو اس کے ترکے میں سے دو تہائی اور بیوہ کو آٹھواں حصہ دے دو اور بقیہ خود رکھ۔ (ابوداؤد، السنن، کتاب الفرائض، باب ماجاء فی المیراث، ۳: ۱۲۰، رقم: ۲۸۹۱) اگر اولاد میں صرف ایک لڑکی ہو تو اسے ترکے کا نصف ملے گا اور باقی نصف دوسرے رشتہ داروں میں تقسیم ہو گا۔

اگر اولاد کے ساتھ میت کے ماں باپ بھی زندہ ہوں تو پہلے ان دونوں میں سے ہر ایک کو ترکے کا چھٹا حصہ ملے گا اور باقی دو تہائی مندرجہ بالا شرح سے اولاد کو ملے گا۔ اگر متوفی کے اولاد کوئی نہ ہو، صرف ماں باپ ہوں، تو اس صورت میں ترکے کا تہائی ماں کو اور باقی باپ کو ملے گا۔

آخری صورت یہ بیان کی کہ اگر متوفی کے ورثا میں ماں باپ کے ساتھ بھائی بہن بھی ہوں، تو ماں کا حصہ

چھٹا ہوگا۔

ممکن تھا کہ کوئی شخص ماں باپ کو اولاد کا وارث قرار دینے پر اعتراض کرتا، کیونکہ اس سے پہلے دنیا کے تمام مذاہب میں صرف اولاد ہی وارث قرار دی گئی تھی۔ اس لئے فرمایا: آبَآؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ لَا تَدْرُونَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا فَرِيضَةً مِّنَ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا؛ تمہارے باپ دادا (بھی ہیں) اور اولاد بھی، لیکن تم نہیں جانتے کہ ان میں سے نفع رسانی کے لحاظ سے کون تمہارے زیادہ قریب ہے۔ (یہ حصے) اللہ نے مقرر کئے ہیں۔ بے شک اللہ جاننے والا حکمت والا ہے' (القرآن نساء ۱۱: ۴)

یعنی یہ اعتراض کہ باپ دادا کیوں وارث بنائے گئے نادانی کی بات ہے۔ اس حکم کی حکمت اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے کہ انسان کے لئے اوپر کے رشتے دار زیادہ اچھے ہیں یا نیچے کے۔ ہماری فلاح اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کرنے میں ہی مضمر ہے۔

میراث سے عورتوں کے محرومی کے اسباب

عورتوں کی میراث سے محرومی کا اصل سبب تو یہ تھا کہ دولت ایک خاندان سے دوسری خاندان میں نہ جانے پائے، قدیم عقائد کے مطابق تولید فرزند میں ماں کا حصہ کم سمجھا جاتا تھا ماں ایک ظرف تھی جس میں باپ کا نطفہ رہتا اور پرورش پاتا اور اولاد کی صورت بن جاتا۔ لہٰذا وہ لڑکے اولاد کہلاتے اور اسی کے خاندان کا جز بنتے لڑکی کی اولاد، لڑکے کے خاندان کے افراد ہونے کے بجائے اس کے شوہر کے خاندان سے متعلق مانے جاتے تھے۔ لہٰذا، جب لڑکی وارث ہوتی تو اس کی وراثت اس کے بچوں کو ملتی اور وہ جائداد دوسرے خاندان میں چلی جاتی۔ (اسلام میں خواتین کے حقوق استاد شہید مرتضی مطہری)

ارث در حقوق مدنی ایران؛ تالیف ڈاکٹر موسیٰ عمید مرحوم کے صفحہ ۸ پر یہ گفتگو ہے کہ قدیم ادوار میں خاندانوں کی بنیاد مذہب بناتا تھا، فطری روابط کا اثر نہ تھا آگے لکھتے ہیں: مذہبی سربراہی کنبوں کے اندر پدرشاہی تھی جو بڑے باپ سے تعلق رکھتی تھی۔ اس کے بعد مذہب کے رسم و رواج و آداب کی ادائیگی اولادِ مذکور کے بعد دیگرے منتقل ہوتی، گذشتہ زمانے کے لوگ بقاء نسل کا سبب مرد کو جانتے تھے۔ اور کنبے کا باپ جس طرح اپنے بیٹے کے لئے زندگی بخش ہوتا اسی طرح اپنے رسم و رواج و مذہبی آداب، آگ کی نگہداشت، خاص بھجن بھی اسی کے سپرد ہوتے تھے۔ ہندوؤں کی وید، اور یونان وروم کے قوانین میں درج ہیں ۔کہ قوت تولید فقط مردوں کے پاس ہے اس قدیم عقیدے کا نتیجہ یہ ہوا خاندانوں کے مذہب مردوں سے

مخصوص ہو گئے اور خواتین باپ یا شوہر کے بغیر مذہب کے معاملے میں دخل نہیں دے سکتی تھی ۔۔۔۔چونکہ مذہبی امور انجام دینے سے محروم تھیں لہٰذا خاندانی امتیازات سے بھی فائدہ نہیں اٹھاسکتی تھی ۔اس کے بعد والے مرحلے میں جب؛وراثت؛ایجاد ہوئی تو عورتیں اس حق سے محروم ہو گئیں،

خواتین کی وراثت سے محرومی کے اسباب و علل اسکے علاوہ بھی ہیں ایک ان میں سپاہی و فوجی بننے کے لئے طاقت کی کمی ہے ۔جس تمدن میں پہلوانی و دلاوری کی بنیاد پر اعزاز و اختیار ملتا تھا، ایک فوجی کو ہزاروں غیر فوجیوں پر برتری دی جاتی تھی، وہاں عورت دفاعی اور فوجی کام نہ کرنے کی بناپر وراثت سے محروم کی گئی،

زمان جاہلیت (دور قبل از اسلام) کے عرب بھی اسی بنیاد پر میراثِ زن کے خلاف تھے اور جب تک وہ مرد کی طرح ثابت قدمی نہ دکھاتی تھی اس وقت تک ترکہ نہیں دیتے تھے ۔لہٰذا جب آیت ارث نازل ہوئی: للرجال نصیب ممّاترک الوالدان والاقربون و للنساء نصیب ممّاترک الوالدان و الاقربون ممّا قلّ او کثر نصیبا مفروضاً (سورہ النساء/۷)

ماں باپ اور رشتے داروں کے ترکے میں مردوں کا حصہ ہے، اور والدین و اہل قرابت کے ترکے میں عورتوں کا حصہ ہیں خواہ ترکہ کم ہو یا زیادہ، یہ حصہ معین شدہ ہے۔

عربوں کو بڑا تعجب ہوا، انھی دنوں، مشہور شاعر حسان بن ثابت کے بھائی کا انتقال ہوا انھوں نے اپنے پسماندگان میں بیوی اور کئی لڑکیاں چھوڑیں، اسکے چچازاد نے ساری جائداد پر قبضہ کرلیا بیوہ اور بچیوں کو کچھ نہ دیا، بیوہ اپنی شکایت رسول اللہ ﷺ کے پاس لے کر حاضر ہوئی ۔آنحضرت نے سب کو طلب فرمایا، ان لوگوں نے کہا کہ ہم ہیں جو شمشیر بکف ہوتے اور اپنا نیز ان عورتوں کا دفاع کرتے ہیں، دولت بھی میں ہمیں ملنا چاہیئے، اس کے بعد رسول اللہ نے حکم الٰہی سنایا اور فرمان خدا نافذ کیا۔ (اسلام میں خواتین کے حقوق شہید مطہری)

مرد کی میراث عورت سے دوگنی ہے؟

بظاہر تو مرد کا ورثہ عورت سے دوچند کیوں ہے لیکن غور کرنے سے یہ بات روشن ہو جاتی ہے کہ ایک لحاظ سے عورت کی میراث مرد سے دوگنی ہے اور یہ اس حمایت کو مد نظر رکھتے ہوئے ہے جو اسلام نے عورت کے حقوق کی فرمائی ہے۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ اگر مردوں کی ذمہ داریوں کو ملحوظ رکھا جائے تو مرد کی آدھی آمدنی عملی طور

عورتوں پر خرچ ہوتی ہے جبکہ عورت کے ذمہ ایسی کوئی چیز نہیں ہے مرد کو چاہیئے کہ وہ اپنی بیوی کی زندگی کی لوازمات اسکی ضرورت کے مطابق مکان، لباس، خوراک اور دیگر ضروریات مہیا کرے۔ چھوٹے بچوں کی زندگی کی ضروریات بھی مرد کے ذمہ ہیں جبکہ عورتوں کہ ذمہ لوازم نہیں ہے یہاں تک کہ اپنی ضریات زندگی بھی ان کے ذمہ نہیں ہے اس وجہ سے ایک عورت یہ کرسکتی ہے کہ وہ اپنی تمام میراث کو اپنی بچت کے طور پر رکھے جبکہ مرد اپنے اور اپنے بیوی بچوں پر خرچ کرنے کے لئے مجبور ہے اس کا عملی نتیجہ یہی نکلے گا کہ مرد کی آدھی آمدنی عورت پر آدھی اپنے خرچ ہو گی جبکہ عورت کا حصہ جوں کا توں باقی رہ جاتا ہے۔ (انتخاب تفسیر نمونہ، ج۱تلخیص مولانا فیاض حسین نقوی۱)

ہر زمانہ میں زمین پر موجود سرمایہ ایک نسل سے متعلق ہوتا ہے جو اس زمانہ میں زندگی کرتی ہے اور بعد والی نسل پہلی نسل کی جانشین بن کر اس سرمایہ کو میراث کے طور پر حاصل کرتی ہے اور چونکہ مجموعی طور پر عورتوں اور مردوں کی آبادی ہمیشہ متفاوت رہی ہے اور اسلام کی نظر میں عمومی ثروت کا ۳/۴، حصہ مرد کا اور ۱/۳ حصہ عورت کا ہے اور دوسری طرف سے مرد کے عورت کے اخراجات کا ذمہ دار ہونے کی وجہ سے عورت اپنے خرچ میں مرد کے حصہ میں شریک ہوتی ہے جبکہ ۱/۳ حصہ اپنا حصہ رکھتی ہے اور نتیجہ کے طور سرمایہ کا ۲/۳ حصہ خرچ کے طور پر عورت کے اختیار میں اور ۱/۳حسہ مرد کے اختیار میں قرار پاتا ہے، نتیجہ کے طور پر خرچ کے لحاظ سے سرمایہ کا ۲/۳ حصہ جزبات کا اور ۱/۳ حصہ استدلال کا ہوگا اور یہ بذات خود ایک عادلانہ اور بہترین تقسیم ہے۔ اسکے علاوہ یہ ترتیب خاندان کی تشکیل میں گہرے اور نفع بخش اثرات رکھتی ہے، (اسلام اور آج کا انسان علامہ طباطبائی مترجم سید قلبی حسین رضوی مجمع جہانی اہل بیت)

جاہلیت میں عورت کا وراثت

جاہل عربوں میں خواتین کی صورتحال کہیں اور کے مقابلے میں زیادہ افسردہ تھی۔ ان میں، عورتوں کو اجناس کی طرح تجارت کی جاتی تھی اور تمام معاشرتی اور انفرادی حقوق، یہاں تک کہ عام طور پر وراثت سے بھی محروم رکھا جاتا تھا۔

مقتول کی جائیداد صرف بڑے بیٹوں کو ملی تھی، جن کو جنگی گاڑی میں سوار ہونے اور اپنے نسب اور کنبہ کا دفاع کرنے کا اختیار حاصل تھا، اور یہاں تک کہ سب سے چھوٹے بیٹے کو بھی وراثت سے محروم کردیا گیا تھا۔

زمان جاہلیت کے عربوں نے نہ صرف خواتین کو ان کی وراثت سے محروم کیا، بلکہ بعض اوقات انہیں

میت کی جائیداد کا حصہ سمجھتے اور ان کو وراثت کا حصہ سمجھتے ہیں۔ اگر مقتول کا کسی اور عورت سے بیٹا ہوتا تو وہ اپنے کپڑے اپنے والد کی بیوی پر یا اس کے خیمے پر پھینک دیتا اور اسے اس کے قبضے میں لے جاتا، اور پھر اگر اسے ضروری سمجھا جاتا تو اسی ابتدائی جہیز کے ساتھ وہ یا تو اس سے شادی کرے گا یا پھر نکاح کرے گا اور جہیز لے لے گا، یا تاوان ادا کرے گا اور اپنے آپ کو مقتول بیٹے کی غلامی سے آزاد کرے گا، یا وہ اپنی زندگی کے آخری وقت تک اپنے گھر میں رہا، اور اس کی املاک کی موت کے بعد، یہ اس کے بیٹے کو وراثت کے طور پر منتقل ہوا۔

گران سنگ المیزان کی تفسیر میں، وہ کہتے ہیں: کہا جاتا ہے کہ لاعلمی کے وقت، ابو قیس سلیم نامی شخص کی موت ہو گئی اور اس کے بیٹے نے اپنے کپڑے اپنے والد کی اہلیہ کبشی بنت مان پر پھینک دیئے اور اس سے شادی کی اور پھر اس کو چھوڑ دیا اور اس کا المیہ ادا کرنے سے انکار کر دیا۔ وہ عورت حضور ﷺ کے پاس آئی اور کہا: اے اللہ کے رسول! میں نے اپنے شوہر سے میراث نہیں لیا اور مجھے دوسرے شوہر کا انتخاب کرنے کی اجازت نہیں ہے، قرآن مجید نے اس مضحکہ خیز عمل کا ذکر کرتے ہوئے اس سے منع کیا ہے۔ (سورہ نساء-۲۱)

بہر حال، جاہل عربوں نے نہ صرف اس عورت کو اس کی وراثت سے محروم کر دیا، بلکہ اسے میت کی جائداد کے حصے کے طور پر بھی وراثت میں ملا۔ یہ امر قابل ذکر ہے کہ عربوں میں خواتین کی وراثت سے محرومی کے متعدد اسباب تھے۔ اس کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ ایک خاندان سے دوسرے خاندان میں دولت کی منتقلی کو روکا جائے۔ کیونکہ وہ تولید میں خواتین کے کردار کو کم اور کمزور سمجھتے تھے۔ اس بیان کی تائید اس محاورے کی ہے جو عربوں میں عام تھی۔ اس طرح، جاہل عرب مردوں کو تولید میں ایک بڑا کردار ادا کرنے کے لئے سمجھتے ہیں۔ ان کے مطابق، مرد کے بیٹے کی اولاد کو اس کا بچہ اور اس کے کنبے کا حصہ سمجھا جاتا تھا۔ تاہم، اس کی بیٹی کے پوتے پوتیوں کو ان کے بچوں اور اس کے کنبے کا حصہ نہیں سمجھا جاتا تھا۔ بلکہ، وہ شوہر کے والد کے خاندان کا حصہ سمجھی جاتی تھیں، اور اس کی جھلک مشہور جاہل نظم میں ملتی ہے:

بنونا بنو ابنائنا و بناتنا بنوہن ابناء الرجال الاباعد۔ بچوں کے بچے بچوں اور بچوں کے بچوں کے بچے مرد (ناصر مکارم شیرازی و دیگران تفسیر نمونہ، ج۱۱، ص۲۷۵)

یعنی ہمارے بیٹوں کے بچے بچے ہیں، لیکن ہماری بیٹیوں کے بچے غیر ملکی مردوں کے بیٹے ہیں۔ اس سوچ کے مطابق، وہ پوتی کو چھوڑنے دیں، اس لڑکی سے وراثت میں نہیں آئے ہیں۔

. عربوں میں خواتین کو وراثت سے محروم کرنے کا ایک اور عنصر ان کی کمزور لڑائی طاقت تھی۔ چونکہ

عربوں کا نعرہ تھا: "ہم وارث نہیں ہیں سوائے اس کے کہ میں تلوار اٹھائے اور زمرد" کا مطلب ہے: جو شخص تلوار کھینچ کر قبیلے کا دفاع نہیں کر سکتا، اسے وراثت سے فائدہ نہیں اٹھانا چاہئے۔ (یحییٰ نوری حقوق زن در اسلام و جھان)

قرآن مجید کی تفسیر میں آیا ہے۔ جہالت کے عربوں میں، خواتین اور بچوں کو وراثت سے محروم کر دیا گیا کیونکہ وہ نہ تو سوار جانتے تھے اور نہ ہی اسلحہ لے جانے اور دشمن سے لڑنے کی طاقت رکھتے تھے۔ (سید محمد حسین طباطبائی پیشین، ص ۳۳۴ قاضی بیضاوی، تفسیر القرآن العزیز زیل آیہ ۷ سورہ نساء)

خواتین کی وراثت شریعت اسلام میں

اسلام کی آمد اصولوں کے سائے میں تمام انفرادی، معاشرتی اور انسانی حقوق سے لطف اندوز ہوئیں۔ نے خواتین کے حقوق (انفرادی حق) کے وارث ہونے کے حوالے سے ایک بہت بڑا انقلاب پیدا کیا اور خواتین کو یہ اور اس کی خصوصی تعلیمات کے ساتھ ہی خواتین اسلام کی حیثیت ایک نئے مرحلے میں داخل ہو گئی۔ اسی دور میں خواتین اسلام کو زندگی بخشنے والے حق حاصل کیا کہ وہ اسلام سے قبل کے تمام جابرانہ قوانین (جو قبائلی عقائد اور رسم ورواج پر مبنی تھے) کے وارث ہونے اور ان کو ختم کرنے کا حق دے۔

اسلام نے نہ صرف خواتین کو وراثت کے حق کے بارے میں قانون بنایا بلکہ خواتین کو وراثت میں جانے سے بھی منع کیا (جو اس وقت عام تھا) ۔[سورہ نساء میں، قرآن پاک نے ان غلط عادات اور رواجوں کے ساتھ جدوجہد کی جس نے خواتین، بچوں اور افراد کو ان کی میراث سے محروم کر دیا، اور ان سارے جھوٹے قوانین کو مسترد کر دیا: لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ نَصِيبًا مَّفْرُوضًا (ھمان منبع سورہ نساء ۷) یعنی، مردوں کے لئے، یہ اس میں حصہ ہے کہ ان کے والدین اور رشتہ دار پیچھے چھوڑ دیں۔ عورتوں کے لئے بھی، والدین اور رشتہ داروں کے پیچھے جو چیز رہ جاتی ہے وہ ایک حصہ ہے۔ چاہے وہ کم ہو یا زیادہ۔

لہٰذا، کسی کو بھی حق نہیں ہے کہ وہ دوسرا حصہ چوری کرے۔ پھر، آیت کے آخر میں، وہ اس نکتے پر زور دینے پر زور دیتے ہیں: "یہ ایک مقررہ حصہ ہے اور اس کی ادائیگی ضروری ہے۔" تاکہ اس بحث میں کوئی شک باقی نہ رہے۔

اس عمدہ آیت میں، لفظ نساء مردوں کی طرف اشارہ نہیں کرتا ہے، یعنی یہ نہیں کہا گیا تھا، " «لِلرِّجَالِ و

النِّساء نصیبٌ مِمّا ترک...»؛ (محمد بن علی الشوکافی، فتح القدیر، ج۱، ص۴۲۸) مردوں اور عورتوں کے لئے ماں کا ترکہ باقی نہیں رہتا ہے..."؛ جبکہ، ایک اصول کے طور پر، اس کا اظہار مندرجہ ذیل طور پر کیا جانا چاہیے تھا۔ ایک علیحدہ جملہ میں خواتین کی وراثت کے فیصلے کا ذکر کرنا مقصود ہے کہ مرد کی حیثیت سے وراثت میں خواتین کی آزادی کا اظہار کیا جائے۔

اس دن کی دنیا نے قرآن مجید کو خواتین کی وراثت میں بدلنا قبول نہیں کیا تھا اور اس وقت کی قوموں اور قبائل کے لئے یہ نیا تھا۔ اتفاقی طور پر، اس وقت، عوس ابن ثابت کے ایک انصار کی موت ہوگئی اور اس کی بیوی بنی، جس میں کئی جوان بیٹیاں اور بیٹے تھے۔ اس کی موت کے بعد، اس کے کزنز نے اس کی ساری جائداد ضبط کرلی اور اپنی بیوی اور بچوں کے پاس کچھ نہیں چھوڑا۔ انہوں نے حضور سے شکایت کی۔ خدا کے رسول نے متوفی کے ۹ کزنوں کو طلب کیا۔ ان کا استدلال تھا: "چونکہ نوجوان لڑکے لڑکیاں اور مقتول میاں بیوی دشمن پر سوار اور لڑنے کے قابل نہیں ہیں، لیکن ہمیں تلوار چلانی چاہیے اور اپنا اور ان کا دفاع کرنا چاہیے، لہٰذا، ان کو وراثت میں کوئی دلچسپی نہیں ہے۔

اس وقت یہ آیت نازل ہوئی اور رسول اللہ ﷺ نے انہیں ہدایت کی کہ وہ میت کی جائیداد کو اپنے بچوں اور بیوی کو واپس کردیں تاکہ یہ واضح ہوجائے کہ مندرجہ ذیل آیات کی روشنی میں ان میں کس طرح تقسیم کیا جائے گا۔ (سید محمد حسین طباطبائی پیشین، ص۲۲۶ ناصر مکارم شیرازی و دیگران، تفسیر نمونہ، ج۳، ص۲۷۴ فاضل مقداد کنزالعرفان فی فقہ القرآن، ص۳۸۷)

اس عمدہ آیت نے زمانہ جاہلیت کے قوانین کو نقل کرنے کے علاوہ، ایک عام اصول اور ایک نئی حکمرانی اور روایت کی بھی قانون سازی کی جو اس وقت تک مسلمانوں کو معلوم نہیں تھا۔ اس عمدہ آیت میں، اسٹیبلشمنٹ ایک عام قاعدہ اور قاعدہ ہے جس کی کوئی تفویض یا پابندی نہیں ہے اور اس میں مرد و خواتین، چھوٹے اور بڑے، مضبوط اور کمزور حتی کہ بچہ اور رحم میں بچہ جنین بھی شامل ہیں۔

تحقیق کا نتیجہ

ہمیشہ سے اسلام کو تنقید کا نشانہ بنانے والے دشمنانِ اسلام نے خواتین کو اسلام سے بد ظن کرنے کے لئے ان کے کاندھوں سے تیر چلاتے ہوئے ایک خالص پروپیگنڈہ یہ اٹھایا ہے کہ اسلام نے خواتین کی وراثت میں مردوں کا آدھا حصہ دے کر ان کی حق تلفی کی ہے، اس تحقیق سے پہلے میرا بھی نقطہ نظر یہی تھا لیکن اس

تحقیق کے بعد بدل گیا کیوں کہ اسلام کا نظام توارث، دنیا کے مترقی و متمدن اور قدیم وجدید نظاموں کی افراط و تفریط کے درمیان معتدل نظام ہے۔ اس میں مورث اور وارث دونوں کے حقوق کا انتہائی باریک بینی سے خیال رکھا گیا ہے، یہاں ارث خاندان کے دائرے میں محدود نہیں رہتا بلکہ خاندان سے باہر زوجہ بھی وارث بنتی ہے۔

خواتین کو میراث دینے کا اثر معاشرہ میں یہ ہے کہ امن و استحکام حاصل ہوتا ہے معاشرہ سازی میں خواتین اعتماد نفس کے ساتھ بہترین کردار ادا کر سکتی ہیں۔

ہمارے معاشرے میں خواتین کے حقوق کے حوالے سے کچھ غلط رویے پائے جاتے ہیں، ان میں جہیز کو وراثت کا متبادل سمجھنا، قرآن سے شادی یا حق بخشوانے کے ذریعے شادی سے روکنا اور وراثت کا اہل نہ سمجھنا۔ بہن کی کفالت کو وراثت کا بدلہ سمجھنا اور بھائیوں کے حق میں بہنوں کو اپنا حق چھوڑنے پر آمادہ کرنا و دیگر شامل ہیں۔ یہ تمام صورتیں بہنوں کا حق غصب کرنے کے مترادف ہیں۔ جہیز حقِ ترکہ کا نعم البدل نہیں بلکہ وہ والدین یا بھائیوں کی طرف سے تحفہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ جبکہ ترکہ اللہ تعالی اسی طرح قرآن سے شادی یا حق بخشوانے کی آڑ میں حق ترکہ سے محروم کرنا ایک ظلم ہے اور شریعت سے مذاق ہے۔ ان رسومات کا انفرادی معاشرتی اور حکومتی سطح پر تدارک بہت ضروری ہے اس حوالے سے ماضی قریب میں چند قانونی اقدامات اٹھائے گئے ہیں اور ایسے اقدامات کرنے والا سزا کا مستوجب ہوتا ہے۔ اس طرح اگر بھائی بہن کی کفالت کر رہے ہوں تو اس بنا پر وہ ترکہ میں بہن کا حصہ روکنے کے مجاز نہیں کیونکہ باپ کی غیر موجودگی یا بڑھاپے کی صورت میں کفالت بھائی کی ذمہ داری ہے اور وراثت بہن کا حق۔ بیٹے کو بیٹی کے مقابلے میں دوگنا حصہ دینے کی ایک حکمت یہ بھی ہے کہ وہ بیٹا باپ کے بعد ماں اور اپنے بہن بھائیوں کی کفالت کا پابند ہوتا ہے۔ بہنوں کی طرف سے بھائیوں کے حق میں اپنے حصے سے دستبردار ہونے یا اسے درست ہوگا سمجھنے کی روایت اسلام اور معاشرتی انصاف کے خلاف ہے۔ عورت کی طرف سے اپنا حصہ طلب کرنے کو بھائیوں کے ساتھ تعلقات کشیدہ کرنے کا سبب سمجھا جاتا ہے اگر ہم اپنے گھروں میں خواتین کو حصہ دیں گے اور خواتین بھی اپنا حصہ لینے کی روایت کو معاشرے میں رواج دیں گی تو انشاء اللہ تعلقات خراب ہونے کی فضا کا خاتمہ ہوگا۔۔ عورت کو جہیز کی صورت میں جتنا بھی مال دیا جائے اس کا حق وراثت برقرار رہتا ہے اور وہ شریعت کے مطابق اسے پانے کی حق دار ہوتی ہے۔

ان تمام گزارشات کی روشنی میں امید ہے کہ بہت سی غلط فہمیوں کا ازالہ، کچھ معاملات کی وضاحت اور عملی

پہلوؤں سے آگہی ممکن ہوئی ہوگی اور حکومتی، معاشرتی اور انفرادی سطح پر حق وارثت اور دیگر حقوق کی ادائیگی کے لئے کوشش کرنے کا عزم پیدا ہوگا۔

منابع

۱۔ قرآن کریم

۲۔ کتاب لسان العرب مؤلف محمد بن مکرم بن علی ابو الفضل جمال الدین ابن منظور انصاری الرویفعی الافریقی ناشر دار صادر بیروت طبعہ ثالثہ ۱۴۱۴ھ

۳۔ کتاب معجم المقاییس فی اللغۃ (ت: ھارون) مؤلف احمد بن فارس بن زکریا ابوالحسین المحقق عبد السلام ھارون ناشر دار الجلیل بیروت سنۃ النشر ۱۳۹۹۔۱۹۷۹

۴۔ مجمع البیان فی تفسیر القرآن تالیف امین الاسلام ابی علی الفضل بن الحسن الطبرسی طبعہ جدیدہ ناشر دار العلوم بیروت لبنان تاریخ نشر ۵۳۶ق

۵۔ التحقیق فی کلمات قرآن کریم مصنف مصطفوی، حسن زبان عربی ناشر وزرات فرھنگ و ارشاد اسلامی چاپ تھران سال چاپ ۱۳۶۸ش نوبت

۶۔ مجمع البحرین مؤلف ناصیف الیازجی ناشر دار صادر بیروت لبنان

۷۔ خدا و انسان در قرآن مؤلف توشی ھیکو ایزوتسو مترجم احمد آرام ناشر شرکت سھامی انتشار زبان فارسی سال چاپ ۱۳۹۳

۸۔ آرمان ھا و واقعیت ہای اسلام مؤلف سید حسین نصر مترجم شھاب الدین عباسی ناشر سھروردی سال چاپ ۱۳۸۳ نوبت چاپ ۱

۹۔ المیزان فی تفسیر القرآن علامہ سید محمد حسین الطباطبائی ناشر اسماعیلیان دار الکتب الاسلامیہ

۱۰۔ میزان الحکمہ مصنف محمد محمدی ری شھری ناشر دار الحدیث تاریخ نشر ۱۳۸۴ش

۱۱۔ الکوثر فی تفسیر القرآن محسن علی نجفی جلد دوم ناشر مصباح القرآن ٹرسٹ لاہور

۱۲۔ تفسیر فصل الخطاب سید العلماعلامہ سید علی نقی النقوی رحمۃ اللہ علیہ جلد اول ناشر مصباح القرآن ٹرسٹ لاہور سال اشاعت ۲۰۱۵

۱۳۔ تفسیر نور جلد دوم مؤلف حجۃ الاسلام والمسلمین آقائے شیخ محسن قرائتی (مدظلہ) مترجم سید مجیب الحسن نقوی سال اشاعت ۲۰۱۵ ناشر مصباح القرآن ٹرسٹ لاہور

۱۴۔ تفسیر صافی جلد اول تالیف محمد حسین مرتضیٰ المعروف بہ ملاّ فیض کاشانی ترجمہ و تلخیص مولانا سید تلمیذ حسنین رضوی اردو ترجمہ مؤسسۃ الامام الخوئی الخیریۃ

۱۵۔ لغت عربی اردو کی اصطلاحات almaani.com

۱۶. زن ویکی پدیا داشنامۂ آزاد fa.wikipedia.org

17. قرآن میں مذکر و مونث تالیف علی شرف الدین ناشر دار الثقافۃ الاسلامیہ پاکستان سال طبع زی القعدۃالحرام ۱۴۲۸

۱۸۔انسائیکلو پیڈیا

۱۹۔روضۃ البھیۃ فی شرح اللمعۃ الدمشقیۃ تالیف شیخ سعید زین الدین بن علی بن احمد تقی معروف بہ شہید ثانی مرکز احیا میراث اسلامی ناشر دانشگاہ پژوھشگاہ علوم وفرھنگ اسلامی نوبت چاپ اسال چاپ ۱۳۹۳

۲۰۔مفتاح الکرامۃ فی شرح قواعد العلامۃ مصنف سید محمد جواد حسینی عاملی ناشر موسسہ النشر الاسلامی تاریخ نشر ۱۳۹۱ش

۲۱۔حقوق مدنی جلد اول مصنف دکتر سید حسن امامی ناشر اسلامیہ، مکان نشر تھران، ایران سال نشر ۱۳۸۶ش

۲۲۔اسلام کے قانون وراثت کا امتیاز اردو نیوز

۲۳۔اسلام میں خواتین کے حقوق تالیف شہید مرتضیٰ مطہری رحمۃ اللہ علیہ ترجمہ مولانا مرتضیٰ حسین صدر الافاضل رحمۃ اللہ علیہ ناشر دار الثقافۃ الاسلامیہ پاکستان طبع دوم رجب المرجب ۱۴۱۳ھ جنوری ۱۹۹۳

۲۴۔اسلامی قانون وراثت آزاد دائرۃ المعارف ویکی پیڈیا

۲۵۔قرآن اور عورت حافظ ریاض حسین نجفی یہ کتاب اس لنک سے لی گئی ہے

http: //goo.gl/spwdAR۔

۲۶ شیخ صدوق من لایحضرہ الفقیہ المجلد الثانی موسسۃ الاعلمی للمطبوعات بیروت

۲۷۔شیخ طوسی تہذیب الاحکام ناشر دار التعارف للمطبوعات بیروت لبنان

۲۸۔العتب الجمیل علی اھل جرح و التعدیل تالیف محمد بن عقیل بن عبد اللہ بن یحیٰ العلوی حسینی الحضرمی رحمۃ اللہ علیہ تحقیق و تعلیل حسن بن علی بن الساق، ناشر دار العلوم النووی۔عمان الاردن طبعۃ الاولیٰ ۲۰۰۴

۲۵ کتاب الکامل فی التاریخ مولف ابن الاثیر ناشر دار کتب العلمیۃ سنۃ النشر ۱۴۹۷۔۱۹۸۷

۲۶ تہذیب التھذیب شھیر ب الذھبی تحقیق غنیم عباس غنیم جلد اول ناشر فاروق الحدیثہ

۲۷۔ابو داود السنن کتاب الفرائض باب ماجائ فی المیراث راقم ۲۸۹۱

۲۸ اسلام اور اج کا انسان علامہ طباطبائی مترجم سید قلبی حسین رضوی ناشر مجمع جہانی اہل بیت علیہم السلام

۲۹۔حقوق زن در اسلام و جھان یحیٰ نوری، ناشر نوید نور طبع چاپ ۶